لندن سے شائع ہونے والا میدانِ ادب کا واحد کثیر الاشاعت بین الاقوامی اردو میگزین

लंदन से सबसे अधिक प्रकाशित होने वाला उर्दू अदका मात्र अंतरराष्ट्रीय मैगज़ीन

An International Literary Urdu Magazine Globally Circulated

ماہنامہ قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

شمارہ: 117 ستمبر 2022ء

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL

103 Peterborough Road Carshalton SM5 1EE London

(M) 0044-7886-304637 (R) 02086482560

www.qindeel-e-adub.co.uk, ranarazzaq52@gmail.com

تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن یو کے کی ادبی نشست

(رپورٹ صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں)

Earlsfield Properties

Professional Residential Property Management Services

We will manage your property at 0% commission Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

Get it Right

- ✔ Member National Landlord Association
- ✔ Member Deposit Portection Schemes
- ✔ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✔ Winner of Pakistan Achievement Award 2014 (Excellence Management)
- ✔ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)

175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

مجلس ادارت

بانی اراکین

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

آدم چغتائی مرحوم

مدیر

رانا عبدالرزاق خان

نائب مدیر: مبشر شہزاد، گلاسگو

اراکین ادارتی بورڈ

ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔ امجد مرزا امجد، طارق مرزا آسٹریلیا، عبدالقدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔

التماس

تمام دوستوں سے التماس ہے کہ اپنی شعری و نثری تخلیقات اور ادبی پروگرامز کی رپورٹیں وغیرہ برائے اشاعت بصورت ''اِن پیج اردو'' فائلز مع تصاویر ای میل سے روانہ فرمائیں۔ ''قندیل ادب انٹرنیشنل'' بیسیوں ممالک میں لاکھوں اردو قارئین کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔ میگزین کے مندرجات پر آپ کی رائے یا مختصر تبصرے ہمیں اپنا محاسبہ کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ مضامین کے ساتھ ضروری حوالہ جات آپ کے مضامین کی افادیت کو بڑھاتے ہیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی تمام تصاویر وغیرہ ''کاپی رائٹ فری'' ہونی چاہئیں۔ شکریہ

IMPORTANT ANNOUNCEMENT

"Qindeel-e-Adab International" magazine is a non-commercial and non-profit e-product, as well as on paper, internationally distributed free of cost for the promotion of bi-lingual poetry, fiction, informative multi purpose interesting articles etc in Urdu alphabet in the UK and Europe under the sole ownership of its Chief Editor Abdul Razzaq Khan of the address as stated elsewhere within this magazine for delivery of documents.

The magazine and the contents herein DO NOT relate to a political, religious or a social group whatsoever. The Editor does not necessarily agree with the opinions expressed by the article writers, poets etc..

Although the e-magazine is FREE OF COST to all, yet for ON PAPER copies of the magazine we do expect a reasonable amount of donation to cover the costs of printing, postage and packing for all countries as stated

Chief Editor

فہرست مضامین

غزلیات: پروین شاکر، مبارک احمد مبارک، صابر ظفر، مبارک صدیقی، رشید قیصرانی، منیر باجوہ، اختر چیمہ، افتخار راغب، آفتاب شاہ، عبدالشکور کلیولینڈ، نجمہ محبوب نجمہ، ڈاکٹر طارق انور باجوہ، ڈاکٹر فرزانہ فرحت، بختیار احمد، شفیق مراد، عاصی صحرائی، آدم چغتائی، عبدالمجید سالک، ارشد لطیف، حفیظ جالندھری، جون ایلیا، احمد فراز، عبیداللہ علیم، فیض احمد فیض، حسرت موہانی، صابر ظفر، طاہر احمد فن لینڈ، تاج محل، افتخار راغب، فرخندہ رضوی، مبارک ظفر، خواجہ عبدالمومن۔		4 تا 15
تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن کی ادبی نشست	عاصی صحرائی	16
غزل	مبارک ظفر، خواجہ عبدالمؤمن	16
پاکستان کی 75ویں سالگرہ	جمیل احمد بٹ	17
پاکستان کا پستی کی جانب سفر	اے آر خان	24
دنیا کی چند بلین ایئر ڈالر با مسلمان خواتین	زکریا ورک	25
آفتاب شاہ	ادارہ	27
والدہ کا جگر بیٹا ہوتا ہے	ادارہ	29
سچ کڑوا ہوتا ہے	رجل خوشاب	32
سائنس فکشن کارنامہ	خالد بشیر تلگامی	33
کتاب: جمع الجواہر فی الحُصری	بقلم فردوس جمال!!	35
نہلے پر دہلہ	رجل خوشاب	36
میرا جادوئی گھر	مبشر شہزاد گلاسگو	37
حکمت کے راز	مبشر شہزاد گلاسگو	38
عبدلکریم قدسی صاحب سروں کے چراغ کے آئینے میں	(اسحاق ساجد، جرمنی)	38
پہنچی وہیں پہ خاک!!! ایک حقیقت	اعزاز لطیف خان	39
جستہ جستہ	عطاء القادر طاہر	41

اعلان

ماہانہ قندیل ادب انٹرنیشنل میگزین کا سالانہ چندہ 25 برطانوی پونڈ ہے۔ اگر کسی کو گھر پر بذریعہ ڈاک ارسال کرنا پڑے تو 35 پونڈ سالانہ ہے۔

نیچے دیئے گئے اکاونٹ میں سالانہ چندہ کی ادائیگی فرمائیں۔ جزاکم اللہ

رانا عبدالرزاق خان لندن

HSBC London UK,

A/C 04726979 Sort Code 400500

(M) 0044-788-304637

(R) 02086482560

غزلیات

پروین شاکر

بعد مدت اسے دیکھا، لوگو
وہ ذرا بھی نہیں بدلا، لوگو

اس کے چہرے پہ لکھا تھا، لوگو
اس کی آنکھیں بھی کہے دیتی تھیں

رات بھر وہ بھی نہ سویا، لوگو
اجنبی بن کے جوگزرا ہے ابھی

تھا کسی وقت میں اپنا، لوگو
دوست تو خیر کوئی کس کا ہے

اس نے دشمن بھی نہ سمجھا، لوگو
رات وہ درد مرے دل میں اٹھا

صبح تک چین نہ آیا، لوگو
پیاس صحراؤں کی بھی تیز ہوئی

ابر پھر ٹوٹ کے برسا، لوگو

مبارک احمد مبارک

لب پہ آتی نہیں کبھی دل کی
رہ گئی بات اَن کہی دل کی

نغمہ پُر درد چھیڑا مطرب نے
یا کہ روداد ہے کسی دل کی

کسی طوفان کا پیش خیمہ ہے
یہ سکوت اور خامشی دل کی

کوئی اَرماں نہ دل کا نکلا
پوری حسرت نہیں ہوئی دل کی

لبِ دریا ہوں میں پے در پے
پر نہیں بُجھتی تشنگی دل کی

دِل تیرے نام پر دھڑکتا ہے
تو نے دھڑکن نہیں سنی دل کی

تیری اس بے رُخی کے باوصف
جاں لیوا ہے بے کلی دل کی

حُسن کی بارگاہ میں احمؔد
بات کوئی نہیں چلی دل کی

صابر ظفر

عشق سے دل ہے تہی، اب ہے دُعا سے خالی
کیا لگے جی کہ ہے جاں، اُس کی عطا سے خالی

کس کے نقشِ کفِ پا سے کوئی منزل پائے
رستے ہوگئے نقشِ کفِ پا سے خالی

ایسے جینے کو بھلا کیسے میں جینا لکھوں
زندگانی ہے مری اُس کی وفا سے خالی

میں ہوں غافل تو ہے مجھ سے زیادہ غافل
خوش رہے وہ کہ نہیں وہ بھی انا سے خالی

چلو اتنا تو ظفرؔ ہے مجھے اعزاز نصیب
زندگی کا نہیں رُخ کوئی خطا سے خالی

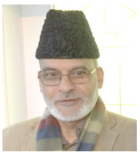

مبارک ظفر

جب سے اس سے ہے رسم حال ہمیں
خواب لگتے ہیں ماہ وسال ہمیں

جب بکھرتی ہے دل میں یاد اس کی
کوئی رہتا نہیں ملال ہمیں

ہم فقیروں پہ لطف شاہانہ
بخت آور لگی ہے فال ہمیں

ساقیا! ہم ہیں اور جام و سبو
لڑکھڑائیں تو لے سنبھال ہمیں

کل یا پرسوں بہت ہے دور ابھی
آج دکھلا کوئی کمال ہمیں

ہم ثریا سے ہو کے آ جائیں
جب بھی تھوڑا سا دے اُچھال ہمیں

ہر ستارہ حسین تر ہے مگر
سب سے اچھا لگے بلالؓ ہمیں

اے مسیحائے قلب و جان و نظر
پھونک کر رُوح دے اُجال ہمیں

جس سے ہو جائیں بے ضمیر ظفرؔ
وہ نہیں عادتِ سوال ہمیں

مبارک صدیقی

آنکھ ہے اشکبار ویسے ہی
دل ہے کچھ بے قرار ویسے ہی

تم نہ آؤ گے، جانتا ہے دل
پھر بھی ہے انتظار ویسے ہی

کوئی الزام ہو ہمیں دے دو
ہم پہ ہیں بے شمار ویسے ہی

کوئی تہوار ہے نہ موقع ہے
آکے مل جاؤ یار ویسے ہی

آؤ کچھ دیر مسکرائیں ہم
دکھ تو ہیں بے شمار ویسے ہی

رشید قیصرانی

خدا تعالی سے ہم کلام

تپتے ہوئے صحرا میں کبھی صحن چمن میں
ڈھونڈا ہے تجھے ہم نے کبھی کوہ و دمن میں
تنہائی شب میں کبھی غوغائے سحر میں
دیکھی ہے تیری راہ ہر اک راہ گزر میں
ہر صبح تیرے فکر کے ہنگام میں پھوٹی
ہر شام کی آغوش تیری یاد سے بھر دی
ہر درد کا اپنے پہ ہی الزام لیا ہے
ہر لطف تیرے نام سے منسوب کیا ہے
اس عشق میں ہم مورد الزام بھی ٹھہرے
دیوانے تیرے مرکز دشنام بھی ٹھہرے
معتوب ہوئے ہیں کبھی درباری شہی سے
مجروح کبھی خلق کی بے داد گری سے
ریت ان کی عجب جرم ہمارے بھی عجب تھے
شہر ستم گر کے تقاضے بھی عجب تھے
کہتے تھے کہ سر اپنا اٹھا کر نہ چلیں ہم
سینوں پہ تیرا نام سجا کر نہ چلیں ہم
یہ جرم تھا اپنا کہ سر عام کہا ہے
تو سب سے بڑا سب سے بڑا سب سے بڑا ہے
یہ جرم کہ کرتے ہیں تیرے نام پہ سجدے
کنداں ہیں تیری راہ پہ ہر گام پہ سجدے
یہ جرم، کہا کیوں تیرے محبوب کے در سے
پھوٹیں گے زمانے میں سبھی نور کے چشمے
الزام بہت تھے، بڑے ملزم بھی ہمیں تھے
اس راہ میں ہر جرم کے مجرم بھی ہمیں تھے
ہر لحظہ تیرے طالب دیدار بھی ہم تھے
ہر حرف ملامت کے سزا وار بھی ہم تھے
سیکھیں تھیں مگر ہم نے محبت کی ادائیں
بانٹیں ہیں سر شہر ستم گر کو دعائیں
لوگوں نے تیرے شہر میں کی تھی یہ منادی
کہتے تھے کہ اب رسم وفا تو نے اٹھا دی
دیکھے نہ سوئے بام کوئی طالب دیدار
ہو گا نہ تیری دید سے اب کوئی بھی سرشار
چمکے گا قیامت میں تیرے حسن کا خورشید
باقی نہیں دنیا میں تیرے وصل کی امید
اب حسن کبھی محو تکلم نہیں ہوتا
وہ ساز وہ نغمے وہ طلاطم نہیں ہوتا
محفل میں تیری چاک گریباں نہیں ہوتا
دیوانہ کوئی وجد میں رقصاں نہیں ہوتا
ساقی کا وہ انداز کا دیوانہ نہیں ہے
مہ خانہ تو ہے گردش پیمانہ نہیں ہے
اغیار نے پردے جو تیرے حسن پہ ڈالے
بے دل نہ ہوئے پھر بھی تیرے چاہنے والے
لے کر جو تیرے نام کی تنویر گئے ہیں
ہم ہجر کی راتوں کا جگر چیر گئے ہیں
سطوت کا نشاں تھا نہ کوئی تاج شہانہ
بدحال کچھ اتنے تھے کہ ہنستا تھا زمانہ
بہر حال میں لیکن تیری محفل کو سجایا
سینے سے لگایا تجھے آنکھوں میں سجایا
پلکوں نے تیری راہ کا ہر خار اُٹھایا
ہونٹوں نے تیرے ذکر کا ایوان سجایا
دیوانوں نے پردہ تیرے جلووں سے اُٹھایا
دیدار کا مژدہ تھا سرعام سنایا
جلوے تیری دنیا میں فراواں بھی ہوئے ہیں
جی بھر کے تیری دید کے ساماں بھی ہوئے ہیں
دیوانے تیرے وجد میں رقصاں بھی ہوئے ہیں
محفل میں تیری چاک گریباں بھی ہوئے ہیں
پھر تیری نئے شان سے تصویر بنی ہے
پھر زلف تیری حلقۂ زنجیر بنی ہے
اُونچا کیا ہم نے ہی تیرے بام کا پرچم
لہرایا زمانے میں تیرے نام کا پرچم
جس شہر میں ہم چاک گریبان گئے ہیں
اس شہر میں سب نام تیرا جان گئے ہیں

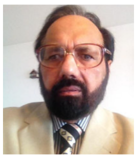

منیر باجوہ

’’سرِ مبارک حضرت امامِ حُسین علیہ السلام‘‘

سب کچھ ہی اس کے در پہ لٹایا حُسین نے
دونوں جہاں میں نام کمایا حُسین نے
ڈٹ کر کیا مقابلہ میدانِ جنگ میں
سر نہ کسی کے آگے جُھکایا حُسین نے
دنیا جہاں کی حشمتوں سے کیا غرض اسے
سر اپنا سجدہ گاہ میں جُھکایا حُسین نے
سجدے میں رکھ کے سر مولا کے در پہ پھر
مولا کے در سے سر نہ اٹھایا حُسین نے
سر دے کے سر بلند ہوئے دو جہان میں
سر دے کے اپنے رب کو ہے پایا حُسین نے
سر دے کے ہی حُسین بنے سردارِ کُل بہشت
فرمان خوب نانا (صلعم) کا ہے نبھایا حُسین نے
سر دے کے ہی حُسین نے پایا بلند مقام
تاجِ رضائے یار ہے سجایا حُسین نے
کیسے نبھائی جاتی ہے ہوتی ہے کیا وفا؟
پیکر وفا کا بن کے سکھایا حُسین نے
سارے عزیز واقرباء دیئے حق پہ اس نے وار
خون اُس کی راہ میں ہے بہایا حُسین نے
دونوں جہاں میں دے کے مثالِ لاجواب
سر حق پہ وار کے ہی دکھایا حُسین نے
یزیدیت کے سر کو کُچل کر یہاں منیر
سر نیزے پہ فخر سے چڑھایا حُسین نے

اختر چیمہ

رکھ لیا بیٹے کا اس نے نام میرے نام پر
مجھ کو کھو کر اس کو میری یاد بھی آئی بہت

حفظ انا میں لوگ کٹاتے تھے اپنے سر
اب کے برس کسی نے بھی ایسا نہیں کیا

غازیانِ دین کب آئیں گے نصرت کے لیے
چپہ چپہ جل رہا ہے وادیٔ کشمیر کا

زمانے میں نیا اک انقلاب آ جائے ممکن ہے
مرے افکار تازہ کی اگر تشہیر ہو جائے

زندگی فاقوں میں ممکن ہے یونہی کٹ جائے
رزق میرا مرے ہاتھوں پہ لکھا رہ جائے

ننھی کلیوں کو ستم گر جو مسل دیتے ہیں
ان درندوں کو سر عام اڑایا جائے

یہ جاندار ہیں ہم روز جن سے ملتے ہیں
کہیں کہیں کوئی انساں دکھائی دیتا ہے

رکھتا ہے وہ میرے ہی قبیلے سے تعلق
جو شخص بھی ظالم کی حمایت نہیں کرتا

نام شبیر زمانے سے نہیں مٹ سکتا
جب تلک ارض و سما، شمس و قمر باقی ہے

کچھ اہل ستم حد کو اگر پار نہ کرتے
ہم اپنے قلم کو کبھی تلوار نہ کرتے

جانے کس وقت ضرورت اسے پڑ جائے مری
میں نے یہ سوچ کے بدلا نہیں نمبر اپنا

افتخار راغب

پہچان جس سے اپنی، جڑ منسلک جہاں سے
نکلے گی اُس کی خوشبو تا حشر نخلِ جاں سے

فریاد کر رہا ہے ہر پھول باغباں سے
کب تک کھِلائیں گے گل نیرنگیِ زباں سے

خوش رنگ و خوش نما ہے گلزار و کہکشاں سے
دل کش مرا ترنگا ست رنگ آسماں سے

چلتا ہے دیکھیں کب تک جادو تری زباں کا
پُر مکر تیری باتیں، تیور ہیں مہرباں سے

پیاری زمیں سجاؤں ماتھے کو جب تمھارے
کچھ توڑ لاؤں تارے خوش رنگ آسماں سے

جو کچھ بھرا ہے اندر ہوگا وہی برآمد
کیوں فہم کی توقع رکھتے ہو جہل داں سے

دنیا کو جیتتے ہیں تیغِ خلوص سے ہم
کرتے ہیں گھر دلوں میں شیرینیِ زباں سے

کوئی نہیں مخاطب میں خود سے کہہ رہا ہوں
جھوٹا نہیں تو کیا ہے پھر جائے جو بیاں سے

راغبؔ میں آج اپنی مٹّی سے ہوں مخاطب
ہر خار و خس سے کہہ دو ہٹ جائے درمیاں سے

آؤ کہ آج غور کریں ۔اس سوال پر

دیکھے تھے ہم نے جو وہ حسیں خواب کیا ہوئے
دولت بڑھی تو ملک میں افلاس کیوں بڑھا
خوشحالیء عوام کے،،،، اسباب کیا ہوئے
جو اپنے ساتھ ساتھ چلے کوئے دار تک
وہ دوست وہ رفیق وہ احباب کیا ہوئے
کیا مول لگ رہا ہے شہیدوں کے خون کا
مرتے تھے جن پہ ہم وہ سزا یاب کیا ہوئے
بے کس برہنگی کو کفن تک نہیں نصیب
وہ وعدہ ہائے اطلس و کمخواب کیا ہوئے
جمہوریت نواز،، بشر دوست،، امن خواہ
خود کو جو خود دیئے تھے وہ القاب کیا ہوئے
مذہب کا روگ آج بھی کیوں لاعلاج ہے
وہ نسخہ ہائے نادر و نایاب،، کیا ہوئے،؟؟
ہر کوچہ شعلہ زار ہے ہر شہر قتل گاہ
یکجہتی حیات کے آداب کیا ہوئے
صحرائے تیرگی میں،، بھٹکتی ہے زندگی
اُبھرے تھے جو اُفق پہ وہ مہتاب کیا ہوئے
مجرم ہوں میں اگر تو گنہ گار تم بھی ہو
اے رہبران قوم، خطا کار تم بھی ہو

آفتاب شاہ

باغِ اردو کی مہک رازِ خدا ہوتی ہے
کوچہ اردو میں ہوا بادِ صبا ہوتی ہے

حرف ملتے ہیں جو دل سے تو ندا آتی ہے
معنی لفظوں سے ملیں تو وہ ردا ہوتی ہے

شعر پڑھنے پہ یونہی داد نہیں ملتی انہیں
اردو تو شیریں دہن پر ہی فدا ہوتی ہے

سننے والوں کو کسی اور نگر لے جائے
اردو والوں کی زباں رب کی عطا ہوتی ہے

لہجہ مل جائے جو اردو سے تو وہ ناز کرے
اردو لہجے سے ملے تو وہ ادا ہوتی ہے

خوشبو اردو کی نظر آتی ہے دل والوں میں
کھنک اردو کی تو بولی میں سدا ہوتی ہے

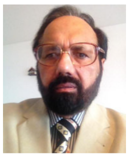

منیر باجوہ

تیرا درد سہتے ہیں سہتے رہینگے
دعا ہم ہیں کرتے جو کرتے رہینگے

دعا ہے ہماری رہے شاد تُو
یہ چاہت ہے کرتے جو کرتے رہینگے

محبت تیری میرا ایمان ہے
تیرا اکرام کرتے ہیں کرتے رہینگے

تیری ناموس پر پیارے پیارے وطن
جان قربان کرتے ہیں کرتے رہینگے

حفاظت تیری میں بقا ہے میری
جان دے کر بھی کرتے ہیں کرتے رہینگے
لاکھ نفرت کریں ہم سے اہلِ وطن
ہم الفت ہیں کرتے جو کرتے رہینگے
تو پائے گا ہم میں وفا کی لگن
لہو تجھ کو دیتے ہیں دیتے رہینگے
مقدر ہے ذلت تیرے دشمنوں کی
ہمیشہ سے رسوا ہیں ہوتے رہینگے
ہم دنیا میں بستے کہیں ہوں منیر
ترا ذکر کرتے ہیں کرتے رہینگے
”تجھے پیار کرتے ہیں کرتے رہینگے
کہ دل بن کے دل میں دھڑکتے رہینگے“
”تیرا نام لے لے کے جیتے رہینگے
تیرا نام لے لے کے مرتے رہینگے“

عبدالشکور کلیولینڈ

یہ رنگ کیسا شفق میں سمویا، دیکھو تو
یہ لعل کیسا دھنک میں پرویا دیکھو تو
یہ رنگِ بداماں حسین ابنِ علی
یہ لعل، لعلِ بدخشاں حسین ابنِ علی
یہ رنگ درد کی سوغات ساتھ لایا ہے
لُٹی لُٹی ہُوئی اِک کائنات لایا ہے
وہ کائنات سمٹ آئی کربلا میں آج
کہ بولتا ہے لہُو اس کی ہر ادا میں آج
لہُو جو اصغرِ بے شیر کے گلُو میں ہے
لہُو جو سجدِ شبّیر کے وضُو میں ہے

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

مطمئن دل ہوا سا لگتا ہے
اُس کا کچھ تذکرہ سا لگتا ہے
آئی اس کی گلی سے ہو کے صبا
گھر معطّر ہوا سا لگتا ہے
کیسی طاری غنودگی ہے یہ
خواب کا تجربہ سا لگتا ہے
اس نے سپنوں میں آنا ہو شاید
در کا پردہ ہِلا سا لگتا ہے
ہے یدُاللہ، ان کے ہاتھوں پر
ہاتھ اس کا، خدا سا لگتا ہے
دیکھ کر اس کو ہم ہوئے مدہوش
نشہ ایسا چڑھا سا لگتا ہے
اُس کو دیکھا ہے ساری دنیا نے
سب کا وہ رہنما سا لگتا ہے
ہم تو قائل تھے پہلے ہی طارق
اب عدو بھی جھکا سا لگتا ہے

نجمہ محبوب نجمہ

نظموں کی کہکشاں کبھی غزلوں کا آسماں
میں تجھ کو ڈھونڈتی ہوں نہ جانے کہاں کہاں
مایوسیوں کی پیاس میں ہر سو قدم قدم
یارب ترے کرم کا ہے دریا رواں دواں
مجھ کو بھی تذکروں میں زمانہ رکھے گا یاد
ہر لب پہ ہوگی میری محبت کی داستاں
سب کچھ ہے میرے پاس مگر دل اداس ہے
تیرے بغیر لطف نہیں کوئی جانِ جاں
غم کا ہے کوئی غم نہ خوشی کی کوئی خوشی
بے کیفء حیات مجھے لائی ہے کہاں
گرد و غبارِ دہر نے سینہ جکڑ لیا
تازہ ہوا کے شوق میں کھولیں جو کھڑکیاں
برباد ہو کے عشق میں پایا ہے دوستو
حسنِ تخیلات کا اک بحرِ بیکراں
نجمہ! اسی میں کٹ گئی یہ عمر مختصر
فکرِ معاش تھی تو کبھی یادِ رفتگاں

میں ہوں حسینی دل ہے خادم حسینؑ کا
کرتا ہے عشق میرا ماتم حسینؑ کا
رویا نہیں کبھی جو قتلِ حسینؑ پر
مجرم ہے مصطفیٰ کا آثم حسینؑ کا
لڑنا ہے گر تجھے جو شکلِ یزید سے
بننا پڑے گا تجھ کو لازم حسینؑ کا
اوڑھا ہو جس نے خود پر پرچم حسینؑ کا
دکھتا ہے اس کو خود میں عالم حسین کا
جان و دلم سبھی کچھ ان پر نثار ہے
نانا ہے جن کا افضل ناظم حسینؑ کا

ڈاکٹر فرزانہ فرحت

اُسے نہ مُردہ کہو جو شہید ہوتا ہے
وہی زمیں پہ نئے حق کے بیج بوتا ہے
اُسے فرشتوں کا رُتبہ دلایا جاتا ہے
پھر اس پہ فخر کا سہرا سجایا جاتا ہے
زمیں پہ نور کی چادر بچھائی جاتی ہے
فلک کے تاروں سے بارات لائی جاتی ہے
شہید ہو کے جو گردن کٹا کے جاتا ہے
وہ اپنے خون کے موتی لُٹا کے جاتا ہے
جہانِ فانی میں جو بھی شہید ہوتا ہے
مجھے یقیں ہے بہت خوش نصیب ہوتا ہے

بختیار احمد

تو دشت میں نہ ڈھونڈ اب کہ قیس کب کا گھر گیا
فراق نے ڈسا اسے، تو عشق سے مکر گیا

میں پاس تھا ترے تو جیسے غیر تھا ترے لیے
نہ دے صدائیں اب مجھے، میں خوشبو تھا، بکھر گیا
میں خوش تھا اس بہار میں، میں گم تھا خوش خیال میں
جو یاد آئی دشت کی، تو جی چمن سے بھر گیا
وہ طوق ہے گلے کا اور یہ جام زہر کا پڑا
ہے امتحاں عجیب یہ، خودی بچی تو سر گیا
ابھی تو تیری بے رخی کا بدلہ میں نے لینا ہے
ابھی تو ابتدا ہے یہ، ابھی سے کیوں تو ڈر گیا

شفیق مراد

ظلمتوں کی بدلیاں چھائی ہوئی ہیں ہر طرف
قافلے کوفے کی جانب آج کیوں جاتے نہیں
ہو رہا ہے آج بھی فتوؤں کا ہر سو کاروبار
آج بھی سوچوں پہ پہرا ہے کسی کے خوف کا
آج بھی انصاف کی باتیں پرانی ہوئی گئیں
آج پھر ہم کو ضرورت ہے علی کی آل کی
آج پھر پیدا کرو روحِ حسینی قلب میں
کربلا کا لو سہارا باندھ کر سر پر کفن
قافلوں کو لے چلو کوفے کی جانب آج پھر
ظلمتوں کی بدلیاں چھائی ہوئی ہیں ہر طرف
قافلوں کو لے چلو کوفے کی جانب آج پھر

عاصی صحرائی

وہی قوم ہے جس نے اولادِ پیغمبر کی گستاخی کی تھی
جس نے سادات کے خیموں کی طنابیں توڑیں
جس نے لختِ دلِ حیدر کو تڑپایا
برسرِ عام سکینہ کی کی نقابیں اُلٹیں
لشکرِ حیدرِ کرار کو لوٹا اس نے
اُمِ کلثوم کے چہرے پر طمانچے مارے
شام میں زینبِ صغریٰ کو رُسوا دیکھا
شہ کونین کی بیٹی کا جگر چاک کیا
سبطِ پیغمبر اسلام کی لاشیں دیکھیں
دیدہ قاسم و عباس کے آنسو لوٹے
قلب پر عابد بیمار کو چرکے لگائے
توڑ کر اکبر و اصغر کی رگوں پر خنجر
بھائی کی لاش سے ہمشیر لپٹ کر روئی
پھاڑ کر گنبد خضریٰ کا پرچم
ابو سفیان کے پوتے کی غلامی کر لی
اے مری قوم ترے حسنِ کمالات کی خیر
تیرا ماضی بھی ایسا تھا جیسا حال ہے دیکھا

عبدالمجید سالکؔ

چراغِ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہونگے
چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہونگے
جوانو! اب تمہارے ہاتھ میں تقدیر عالم ہے
تم ہو گے فروغِ بزمِ امکاں ہم نہیں ہونگے
جئیں گے جو وہ دیکھیں گے بہاریں زُلفِ جاناں کی
سنوارے جائیں گے گیسوئے دوراں، ہم نہیں ہونگے
ہمارے ڈوبنے کے بعد اُبھریں گے نئے تارے
جبینِ دہر پر چھٹکے گی افشاں ہم نہیں ہونگے
نہ تھا اپنی قسمت میں طلوعِ مہر کا جلوہ
سحر ہو جائے گی شامِ غریباں ہم نہیں ہونگے
اگر ماضی منور تھا کبھی تو ہم نہ تھے حاضر
جو مستقبل کبھی ہوگا درخشاں ہم نہیں ہونگے
ہمارے دور میں ڈالیں خرد نے اُلجھنیں لاکھوں
جنوں کی مشکلیں جب ہونگی آساں ہم نہیں ہونگے
کبھی ہم کو دکھا دو اِک کرن ہی ٹمٹماتی سی !
کہ جس دن جگمگائے گا شبستاں، ہم نہیں ہونگے
ہمارے بعد ہی خونِ شہیداں رنگ لائے گا
یہی سُرخی بنے گی زیبِ عنواں، ہم نہیں ہونگے

آدم چغتائی

دنیائے درد کی یہ روایت عجیب ہے
احساس راہنما ہے محبت نصیب ہے
اس حسن بے مثال سے ہیں کیسی نسبتیں
اس نسبتوں سے ہر کوئی میرا رقیب ہے
یہ فاصلوں کی بات نہیں نسبتوں کی ہے
جتنا کوئی ہے دور اتنا قریب ہے
مژدہ دیا ہے جس کے لبوں نے حیات کا
وہ شخص ہی بہارِ چمن کا نقیب ہے
ہم نے وفورِ شوق میں کی ان سے دوستی
راہِ وفا میں عشق ہی اپنا حبیب ہے
ملتا ہے غم کسی کو، کسی کی مسرتیں
ہر شخص کا جدا جدا اپنا نصیب ہے
آدمؔ سفر کا کرب اُٹھا کر نہ غم کرو
کیا سوچنا کہ دن ہے کٹھن، شب مہیب ہے

ارشد لطیف

آسمان نیلا ہے روشنی کے سائے میں
اور فرش پیلا ہے روشنی کے سائے میں
خوشبو کے آوارہ رنگ لطف دیتے ہیں
پھول تو وسیلہ ہے روشنی کے سائے میں
زیر دام رہنا ہے بعد جینے مرنے کے
بول کوئی حیلہ ہے روشنی کے سائے میں
رات دن کی گردش میں حیرتوں کی دیوی نے
ایک طلسم اکیلا ہے روشنی کے سائے میں
فاصلہ تصور کا روز بڑھتا ہے

وقت کتنا ڈھیلا ہے روشنی کے سائے میں
چاند میرے ہاتھوں میں آگیا تو سورج کا
رنگ کیسا پیلا ہے روشنی کے سائے میں

حفیظ جالندھری

ہم میں ہی تھی نہ کوئی بات، یاد نہ تُم کو آ سکے
تُم نے ہمیں بُھلا دیا، ہم نہ تمھیں بُھلا سکے
تُم ہی اگر نہ سُن سکے، قِصّہ غم سُنے گا کون
کس کی زباں کُھلے گی پھر، ہم نہ اگر سُنا سکے
ہوش میں آ چکے تھے ہم، جوش میں آ چکے تھے ہم
بزم کا رنگ دیکھ کر سَر نہ مگر اُٹھا سکے
رونقِ بزم بن گئے، لب پہ حکایتیں رہیں
دل میں شکایتیں رہیں لب نہ مگر ہِلا سکے
شوقِ وصال ہے یہاں، لب پہ سوال ہے یہاں
کِس کی مجال ہے یہاں ہم سے نظر مِلا سکے
ایسا ہو کوئی نامہ بر، بات پہ کان دھر سکے
سُن کے یقین کر سکے، جا کے اُنھیں سُنا سکے
عجز سے اور بڑھ گئی برہمیِ مزاجِ دوست
اب وہ کرے علاجِ دوست، جس کی سمجھ میں آ سکے
اہلِ زباں تو ہیں بہت، کوئی نہیں ہے اہلِ دل
کون تِری طرح حفیظؔ، درد کے گیت گا سکے

جون ایلیا

ایک گلی کی بات تھی اور گلی گلی گئی

حالتِ حال کے سبب، حالتِ حال ہی گئی
شوق میں کچھ نہیں گیا، شوق کی زندگی گئی
ایک ہی حادثہ تو ہے، اور وہ یہ کہ آج تک
بات نہیں کہی گئی، بات نہیں سنی گئی
بعد بھی تیرے جانِ جاں، دل میں رہا عجب سماں
یاد رہی تری یہاں، پھر تری یاد بھی گئی
صحنِ خیالِ یار میں، کی نہ بسر شبِ فراق
جب سے وہ چاندنہ گیا، جب سے وہ چاندنی گئی
اس کے بدن کو دی نمود، ہم نے سخن میں اور پھر
اس کے بدن کے واسطے، ایک قبا بھی سی گئی
اس کی اُمیدِ ناز کا، ہم سے یہ مان تھا کہ آپ
عمر گزار دیجئے، عمر گزار دی گئی
اس کے وصال کے لیے، اپنے کمال کے لیے
حالتِ دل کہ تھی خراب، اور خراب کی گئی
تیرا فراق جانِ جاں، عیش تھا کیا مرے لئے
یعنی ترے فراق میں، خوب شراب پی گئی
اس کی گلی سے اُٹھ کے میں، آن پڑا تھا اپنے گھر
ایک گلی کی بات تھی، اور گلی گلی گئی

احمد فراز

سلسلے توڑ گیا، وہ سبھی جاتے جاتے
ورنہ اتنے تو مراسم تھے، کہ آتے جاتے
شکوہ ظلمتِ شب سے، تو کہیں بہتر تھا
اپنے حِصّے کی کوئی شمع جلاتے جاتے
کتنا آساں تھا ترے ہجر میں مرنا جاناں
پھر بھی اک عمر لگی، جان سے جاتے جاتے
جشنِ مقتل ہی نہ برپا ہوا، ورنہ ہم بھی
پابجولاں ہی سہی، ناچتے گاتے جاتے
اِس کی وہ جانے اُسے پاسِ وفا تھا کہ نہ تھا
تم فرازؔ! اپنی طرف سے تو، نبھاتے جاتے

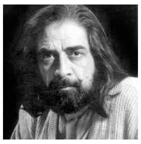

عبید اللہ علیم

کوئی دُھن ہو میں تِرے گیت ہی گائے جاؤں
درد سینے میں اُٹھے شور مچائے جاؤں
خواب بن کر تُو برستا رہے شبنم شبنم
اور بس میں اُسی موسم میں نہائے جاؤں
تیرے ہی رنگ اُترتے چلے جائیں مجھ میں
خود کو لکھوں تری تصویر بنائے جاؤں
جس کو مِلنا نہیں پھر اُس سے محبّت کیسی
سوچتا جاؤں، مگر دل میں بسائے جاؤں
تُو اب اُس کی ہوئی جس پہ مجھے پیار آتا ہے
زندگی آ تجھے سینے سے لگائے جاؤں
یہی چہرے مِرے ہونے کی گواہی دیں گے
ہر نئے حرف میں جاں اپنی سمائے جاؤں
جان تو چیز ہے کیا رشتہ جاں سے آگے
کوئی آواز دیئے جائے، میں آئے جاؤں
شاید اِس راہ پہ کچھ اور بھی راہی آئیں
دھوپ میں چلتا رہوں سائے بچھائے جاؤں
اہلِ دل ہوں گے تو سمجھیں گے سُخن کو میرے
بزم میں آ ہی گیا ہُوں، تو سُنائے جاؤں

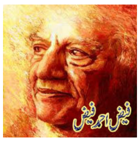

فیض احمد فیض

یوں سجا چاند کہ جھلکا ترے انداز کا رنگ
یوں فضا مہکی کہ بدلا مرے ہمراز کا رنگ
سایہ چشم میں حیراں رُخِ روشن کا جمال
سُرخیِ لب میں پریشاں تری آواز کا رنگ
بے پیئے ہوں، کہ اگر لطف کرو آخر شب
شیشہ مے میں ڈھلے صبح کے آغاز کا رنگ
چنگ و نے رنگ پہ تھے اپنے لہو کے دم سے
دل نے لے بدلی تو مدّھم ہوا ہر ساز کا رنگ
اک سُخن اور، کہ پھر رنگِ تکلّم تیرا
حرفِ سادہ کو عنایت کرے اعجاز کا رنگ

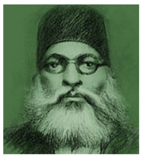

حسرت موہانی

چُپکے چُپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے
با ہزاراں اضطراب و صد ہزاراں اشتیاق
تجھ سے وہ پہلے پہل دل کا لگانا یاد ہے
بار بار اُٹھنا اُسی جانب نگاہِ شوق کا
اور ترا غرفے سے وہ آنکھیں لڑانا یاد ہے
تجھ سے کچھ مِلتے ہی وہ بے باک ہو جانا مِرا
اور ترا دانتوں میں وہ اُنگلی دبانا یاد ہے
کھینچ لینا وہ مِرا پردے کا کونا دفعتاً
اور دوپٹے سے ترا وہ منہ چھپانا یاد ہے
جان کر سوتا تجھے وہ قصدِ پا بوسی مِرا
اور ترا ٹھکرا کے سر، وہ مُسکرانا یاد ہے
تجھ کو تنہا جب کبھی پانا تو از راہِ لحاظ
حالِ دل باتوں ہی باتوں میں جتانا یاد ہے
جب سِوا میرے تمہارا کوئی دیوانہ نہ تھا
سچ کہو کچھ تم کو بھی وہ کارخانہ یاد ہے
غیر کی نظروں سے بچ کر سب کی مرضی کے خلاف
وہ ترا چوری چھپے راتوں کو آنا یاد ہے
آ گیا گر وصل کی شب بھی کہیں ذکرِ فراق
وہ ترا رو رو کے مجھ کو بھی رُلانا یاد ہے
دوپہر کی دُھوپ میں، میرے بُلانے کے لئے
وہ ترا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے
آج تک نظروں میں ہے وہ صُحبتِ راز و نیاز
اپنا جانا یاد ہے، تیرا بُلانا یاد ہے
مِیٹھی مِیٹھی چھیڑ کی باتیں نرالی پیار کی
ذکرِ دشمن کا وہ باتوں میں اُڑانا یاد ہے
دیکھنا مجھ کو جو برگشتہ تو سو سو ناز سے
جب منا لینا تو پھر خود رُوٹھ جانا یاد ہے
چوری چوری ہم سے تم آ کر مِلے تھے جس جگہ
مُدّتیں گزریں، پر اب تک وہ ٹھکانا یاد ہے
شوق میں مہندی کے وہ بے دست و پا ہونا ترا
اور مِرا وہ چھیڑنا، وہ گُد گُدانا یاد ہے
باوجودِ اِدّعائے اِتّقا حسرت مجھے
آج تک عہدِ ہَوَس کا وہ فسانہ یاد ہے

صابر ظفر

عصا کی ضرب سے چشمے تو خیر پھوٹ بہے
مگر وہ لوگ جو پیاسے تھے اور پیاسے رہے
ترے کہے پہ تو لبیک ہم نے کہہ ہی دیا
مگر نہ پوچھ کہ کس کس کے ہم نے بول سہے
جو چاہو ذبح کرو گہرا زرد بیل ہوں میں
کہ اپنا کہتا ہوں تم کو، کوئی کہے نہ کہے
کوئی مکان محبت کا بن نہیں پاتا
ہزار بار اُساروں ہزار بار ڈھے
ہماری راتیں تو روشن تمہارے نور سے تھیں
ستارے ٹوٹتے گہناتے مہتاب رہے

طاہر احمد ۔ فن لینڈ

وہ خواب جو تیری گود میں پلتے دیکھے
سرِشام اندھیروں میں ڈھلتے دیکھے
یہاں دیکھا ہے میں نے فرشتوں کا نزول
ابلیس بھی رستوں میں چلتے دیکھے
جلسے جلوسوں میں جشن مناتے آزاد
پابہ زنجیر تنہائی میں سسکتے دیکھے
جس پھول نے بھی مہکنے کی جسارت کی
وہ باغ قتل گاہوں میں بدلتے دیکھے
پتھرا گئیں نگاہیں شبِ وصل کی منتظر
جو سہاگ لباسِ شب میں سلگتے دیکھے
شجر اپنے ہی سایوں سے سہمے کھڑے ہیں
پتے بھی ڈر کے بہاروں میں جھڑتے دیکھے
عجب دستورِ انسانیت رائج ہے وطن میں
مردے بھی اب تو قبروں میں لٹتے دیکھے

تاج محل

دیکھو کیسے کیسے سب نے
اس چھوٹی سی دنیا میں
اپنا پیار بسایا ہے
ہم نے بھی تو جانِ تمنا
دل کی ویراں دنیا میں
تیرا پیار بسایا تھا
تیرے پیار کی قسموں نے
تیرے پیار کے سپنوں
دل کی پیاری دنیا میں
تاج محل بنایا تھا
چپ چپ اور ویران ہے دنیا
کیسی ہے سنسان ہے دنیا
ان ویرانوں میں دیکھو تو
کتنے انساں بستے ہیں
جنگل چھوڑ کے کتنے سانپ
کتنے ہی خونخوار درندے
نگری نگری بستے ہیں
جو انسان کی آسوں کے
پیارے پیارے محلوں کو
بنیادوں سے ڈستے ہیں
تو بھی جنگل کی اک ناگن
میرے پیار کی پیاری قاتل
منزل پہ لے جاکے تو نے

پیار کا دامن چھوڑ دیا ہے
ایک غریب کا تاج محل تھا
جس کو تو نے توڑ دیا ہے

افتخار راغب

پہچان جس سے اپنی، جڑ منسلک جہاں سے
نکلے گی اُس کی خوش بو تا حشر نخلِ جاں سے
فریاد کر رہا ہے ہر پھول باغباں سے
کب تک کِھلائیں گے گل نیرنگیِ زباں سے
خوش رنگ وخوش نما ہے گل زار و کہکشاں سے
دل کش مرا ترنگا ست رنگ آسماں سے
چلتا ہے دیکھیں کب تک جادو تری زباں کا
پُر مکر تیری باتیں، تیور ہیں مہرباں سے
پیاری زمیں سجاؤں ماتھے کو جب تمھارے
کچھ توڑ لاؤں تارے خوش رنگ آسماں سے
جو کچھ بھرا ہے اندر ہوگا وہی برآمد
کیوں فہم کی توقع رکھتے ہو جہل داں سے
دنیا کو جیتتے ہیں تیغِ خلوص سے ہم
کرتے ہیں گھر دلوں میں شیرینیِ زباں سے
کوئی نہیں مخاطب میں خود سے کہہ رہا ہوں
جھوٹا نہیں تو کیا ہے پھر جائے جو بیاں سے
راغب میں آج اپنی مٹّی سے ہوں مخاطب
ہر خار وخس سے کہہ دو ہٹ جائے درمیاں سے

آؤ کہ آج غور کریں...اس سوال پر

دیکھے تھے ہم نے جو وہ حسیں خواب کیا ہوئے
دولت بڑھی تو ملک میں افلاس کیوں بڑھا
خوشحالیٔ عوام کے،،،، اسباب کیا ہوئے
جو اپنے ساتھ ساتھ چلے کوئے دار تک
وہ دوست وہ رفیق وہ احباب کیا ہوئے
کیا مول لگ رہا ہے شہیدوں کے خون کا
مرتے تھے جن پہ ہم وہ سزا یاب کیا ہوئے
بے کس برہنگی کو کفن تک نہیں نصیب
وہ وعدہ ہائے اطلس و کمخواب کیا ہوئے
جمہوریت نواز،،، بشر دوست،،، امن خواہ
خود کو جو خود دیے تھے وہ القاب کیا ہوئے
مذہب کا روگ آج بھی کیوں لا علاج ہے
وہ نسخہ ہائے نادر و نایاب،،، کیا ہوئے،؟؟
ہر کوچہ شعلہ زار ہے ہر شہر قتل گاہ
یکجہتیٔ حیات کے آداب کیا ہوئے
صحرائے تیرگی میں،،، بھٹکتی ہے زندگی
اُبھرے تھے جو اُفق پہ وہ مہتاب کیا ہوئے
مجرم ہوں میں اگر تو گنہ گار تم بھی ہو
اے رہبران قوم، خطا کار تم بھی ہو

فرخندہ رضوی

عمر بھر کی دوستی کا ہاں بھرم رکھا نہ تھا
بعد مدت کے کھلا مجھ پہ کہ وہ میرا نہ تھا
یوں جلائے زندگی بھر میں نے یادوں کے چراغ
سامنے جن کے چراغ دیگراں جلتا نہ تھا
کل میں اس کی گفتگو سنتی رہی سنتی رہی
اس محبت سے وہ پہلے تو کبھی بولا نہ تھا
کچھ تو اندازہ تھا مجھ کو اس کی آنکھوں کا مگر
دل کی حالت کا یہ اس نے باب یوں کھولا نہ تھا
سوچتی ہوں کیوں میں جیسے گنگ ہو کر رہ گئی
اس طرح سینے میں دل پہلے کبھی دھڑکا نہ تھا
اعتراف عشق نے نمناک کی آنکھیں مری
آنکھ میں کاجل قسم ہے اس طرح پھیلا نہ تھا
اس کی خواہش تھی سو فرخندہؔ میں قائل ہو گئی
وہ پیام عشق بھیجے گا کبھی سوچا نہ تھا

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

آپ کہہ دیں، جو ہوں پسند، الفاظ
پر نہ پہنچائیں وہ گزند، الفاظ
لمبے چوڑے سنے ہیں وعظ، مگر
دل کو اچھے لگے ہیں چند، الفاظ
دھیمی آواز، نرم لہجہ ہو
بولیں پر وہ جو ہوں بلند، الفاظ
لاکھ کہتے رہو نہ ہو تاثیر
ہو عمل، تب ہوں، نفع مند، الفاظ
بند کوزے میں جیسے ہو دریا
ایسے ہوتے ہیں، سود مند الفاظ
سب کے ایسے تو ہو نہیں سکتے
اس کے شیریں تھے جیسے قند، الفاظ
نفرتوں کے جو کھولیں دروازے
بولتے ہیں وہ شر پسند، الفاظ
لائے پیغام ہم محبّت کا
پیار کے لے کے من پسند الفاظ
ہم سے راضی خدا تبھی ہو گا
ذکر کے جب کریں بلند الفاظ
گر مناسب ہوں سر بلند کریں
کر دیں طارقؔ یہ ارجمند الفاظ

مبارک ظفر

مان نہ کریں پناہواں دا
زور اے اپنی باہواں دا
رہندا پانی دے وچ وی
حقہ خشک ملاحواں دا
سر منہ جس تھیں بگا اے

او گھٹا اے راہواں دا
بُلبلے توں بھی نازک اے
کیہ بھروسہ سانواں دا
اکھیں ڈُھا اساں ظفرؔ
تختہ ہندا شاہواں دا

خواجہ عبدالمومن

جب سے وہ مل گیا ہے یار مجھے
اس کی قربت لگی حصار مجھے
ہرطرف بے سکوں لگے ہیں
دنیا رکھتی ہے بے قرار مجھے
بات جب مسکرا کے کی اُس نے
پھر خزاں بھی لگی بہار مجھے
چھوڑ کر چل دیا اچانک وہ
کر گیا آج دلفگار مجھے
دُور کردے نہ تیری نظروں سے
کوئی لمحۂ ناگوار مجھے
دیکھ مت اس طرح مجھے مومنؔ
خاکساروں میں کر شمار مجھے

عاصی صحرائی

ادب کے مہ پاروں سے سُخن بیدار کرتے ہیں
ستم کوشی میں بھی اغیار کو سرشار کرتے ہیں
گماں کچھ اور ہے پر ہاتھ میں پتھر ہیں دشمن کے
پلٹ کر دیکھا تو خود ہی وہ لاچار کرتے ہیں
ہنر کے شاخچے جھڑ کے بھی نئے بیج ہوتے ہیں
کبھی خاروں پر وہ بھی اپنی یلغار کرتے ہیں
ہراک شاخِ گلِ نسرین میں اشکوں کے بادل ہیں
ہراک ذرّے کو مٹی میں وہی رنگدار کرتے ہیں
ہجر کی شب سے بھاری ہے وہ محنت جو بھی کرتے ہیں
ادب کی کرنوں سے تخلیق کا اظہار کرتے ہیں
نظر میں نت نئے دیدار ہیں موسم کے اے عاصیؔ
جو روزو شب اپنے یار کا اظہار کرتے ہیں

عاصی صحرائی

تھی وہ لفاظی جسے حسنِ بیاں سمجھتا رہا
آب و گِل کے میل کو اپنا جہاں سمجھتا رہا
یا وہ آزادی نہ تھی جس کو اَماں سمجھتا رہا
یا قفس کی وسعتیں ہی بعد ازاں سمجھتا رہا
کارواں کی دُھول تھی اور کارواں سمجھتا رہا
دوستو حدِّنظر کو آسماں سمجھتا رہا
ہو چکی تھی انتہاءِ مدّتِ قیدِ قفس
عندلیبانِ چمن کی تب زباں سمجھتا رہا
سن رہا تھا غور سے یوں قصّۂ بازارِ حسن
رہنمایانِ وطن کی داستاں سمجھتا رہا
کھینچ لی موسم نے سر سے بادلوں کی چھاؤں تک
رہبروں کی دل لگی کو سائباں سمجھتا رہا
نوکِ مژگاں آنسوؤں نے وہ سماں باندھا کہ بس
ایک اک ذرّے کو روشن کہکشاں سمجھتا رہا
احتیاج و اختیارِ آدمِ خاکی نہیں
بارِ ہجرت کو عطاءِ رفتگاں سمجھتا رہا
واعظانِ محترم نکلے اَسیرِ زلفِ یار
وائے نادانی متاعِ جاوداں سمجھتا رہا
شہر کی عاصیؔ خرقہ پوشی کیا، ارادت کیا ہے
اور کیا معرفت مردِ خود آگاہ سے مل کر کیا سمجھتا رہا

عاصی صحرائی

حرمتِ بادہ جام کیا سمجھیں
رُموزِ بادشاہی غلام کیا سمجھیں
میر و سالارِ کورِ مادر زاد
صبح کیسی ہے، شام کیا سمجھیں
شیخِ مکتب کی آبرو حضرت
زلفِ پیچاں کے دام کیا سمجھیں
جام سے جن کو واسطہ ہی نہیں
مے کدے کا نظام کیا سمجھیں
علم و ادراک، شرطِ اوّل ہے
آپ میرا مقام کیا سمجھیں
ہم تو خادم ہیں پیر و مرشد کے
ہم حلال و حرام کیا سمجھیں
رمزِ رُشد و امامتِ دوراں
آج کے ، پیش امام کیا سمجھیں
رزقِ صحرا نہ ہوں تو پھر کیا ہوں
راستے بے لگام کیا سمجھیں
عظمتِ گوہرِ زمیں عاصیؔ
شاہِ بالائے بام کیا سمجھیں

رند، افسانۂ اقرار، بھلا کیا سمجھیں
دیر و مسجد یہ گنہگار ، بھلا کیا سمجھیں
کب ہوئے برق سے دو چار، بھلا کیا سمجھیں
کشتۂ چشمِ ستمگار، بھلا کیا سمجھیں
خوگرِ کاکلِ پیچاں ہیں ابھی ،شیخِ حرم
قربِ محشر کے وہ آثار،بھلا کیا سمجھیں
چشم و اَبرو کے اشاروں پہ ہیں رقصاں ہر پل
رہنما، عظمتِ کردار ، بھلا کیا سمجھیں
کس لئے روز لگاتا ہے گلے سے گل چیں
قمریاں ناظمِ گلزار، بھلا کیا سمجھیں
ہیں سب احساں یہ ستاروں کے وگرنہ اے دل
راستے قافلہ سالار، بھلا کیا سمجھیں
ہم سے مجبور ، سرِ بزمِ غزالاں یارو
اپنے جذبات کا اظہار، بھلا کیا سمجھیں
ہیں جو گرویدۂ اندازِ پلنگاں اے دوست
قیمتِ آہوئے تاتار، بھلا کیا سمجھیں

دست بر قبضہ، خدایانِ مصائب لوگو
چارۂ خواہشِ بیمار، بھلا کیا سمجھیں
جن کے صحراوکوہستاں ہوں مساکن، زاہد
سطوت و شوکتِ سرکار، بھلا کیا سمجھیں
عاصیؔ، کی جے نہ غلاموں پہ ذرا بھی تنقید
آپ، رسم و رہِ دربار، بھلا کیا سمجھیں

عاصی صحرائی

قلوبِ سروراں ایمان کیسا
بہ چشمِ واعظاں، عرفان کیا ہے
کرے ہے شیخِ مکتب خود سراہی
بنے ہے نا خلف، ذیشان کیا ہے
جہاں بکتی ہو گیتا کوڑیوں میں
صنم رہتے ہیں، واں بھگوان کیا ہے
برائے مریم و عیسیٰ نمائی
مسیحا مانگتے ہیں، دان کیا ہے
پروہت پاٹ بیچے یا کرے ہے
گرو دوارے میں ہے طوفان کیا ہے
خداوندا یہ کیسی مصلحت ہے
نظامِ قدر میں، شیطان کیسا
سیہ بختی سجائے عاصیؔ، پھریئے
محرّم ہے ابھی رمضان کیا ہے

عاصی صحرائی

اے ماہِ بے مثال، تجھ سے پیار ہے
اے نازشِ غزال، تجھ سے پیار ہے
کیا ہجر کیا وصال، تجھ سے پیار ہے
تو ہی گزشت و حال، تجھ سے پیار ہے
بے مثل و با کمال، تجھ سے پیار ہے
اے پیکرِ جمال، تجھ سے پیار ہے
تضحیک یا وبال، تجھ سے پیار ہے
واعظ کو ہے ملال، تجھ سے پیار ہے
آئے تصوّرات میں تیرے سوا، کوئی
کس کی ہے یہ مجال، تجھ سے پیار ہے
وجہِ خروجِ آدمِ خاکی ہے خلد سے
یا ہے پسِ قتال، تجھ سے پیار ہے
ساقی شراب و جام سبھی روپ ہیں تیرے
اے محورِ خیال، تجھ سے پیار ہے
نوکِ زبانِ شیخ، سرِ بزم ہے تو کیا
تمہیدِ قیل و قال، تجھ سے پیار ہے
ہر لمحہ زندگی کا، تیری نذر تیرے نام
ترتیبِ ماہ و سال، تجھ سے پیار ہے
خود رفتگی، وفورِ عقیدت، جنونِ عشق
مخملۂ سوال، تجھ سے پیار ہے
کہتے ہیں عاصی تیری اداؤں سے ہے
یک گونہ احتمال، تجھ سے پیار ہے

عاصی صحرائی

ذہن کو پہلے، کشادہ کریں
بعد ازاں، آغازِ بادہ کریں
دیکھیئے سوئے گلِ خانہ خراب
جب بھی ہنسنے کا ارادہ کریں
امتحاں لیجئے فقیہوں کا، مگر
میکشوں سے، استفادہ کریں
شیخ تائب ہے تو کیوں پینے کی ضد
نامناسب ہے اعادہ کریں
اپنی تقریبات اے اہلِ وطن
جس قدر ممکن ہوں، سادہ کریں
پیر ڈھکتا ہوں تو کھل جاتا ہے سر
بھائی کچھ تنخواہ زیادہ کریں
التجائے وصل، ساقی سے حضور
درمیانِ جشنِ بادہ کریں
حکم ہے تخفیفِ آبادی کو، یہ
دو ہی بچے نر نہ مادہ کریں
رشکِ حوراں کم سے کم اپنے لئے
انتخابِ صاحب زادہ کریں

عاصی صحرائی

وقت کا انتظار اچھا نہیں
دھڑکنوں کا شمار اچھا نہیں
اندرونِ حصار اچھا نہیں
صحنِ مقتل ہے، دار اچھا نہیں
تا بہ حدِّ فشار اچھا نہیں
پیشِ رنداں خمار اچھا نہیں
راہزن ہیں لباسِ درویشاں
اس لئے، اعتبار اچھا نہیں
اِن سے بہتر ہیں، دوستو پتھر
ایسا، پروردگار اچھا نہیں
چند پھولوں کی آبیاری کو
صحنِ گلشن شکار اچھا نہیں
زین ڈھیلی، نہ لنگ ہے گھوڑا
اسپِ شب پر سوار اچھا نہیں
بھر خیراتِ عشق شیخِ حرم
دامنِ تار تار اچھا نہیں
کچھ تو سمجھایئے، نگاہوں کو
ہیں، سرِ بزم چار اچھا نہیں
جم نہ پائے گا رنگِ بزمِ طرب
ساقیِ دل فگار اچھا نہیں
پائے آتش نہ اتنے پھیلائیں
خاک ہے شرمسار اچھا نہیں
نقشِ پائے گزشتگاں چلیے
رویئے زار زار اچھا نہیں
کس قدر ہے ملال، چہرے پر
کیا دلِ بے قرار اچھا نہیں

یوں نہ ہو، جاں سے ہم گزر جائیں
دیر اتنی بھی یار اچھا نہیں
خامشی آپ کی، سرِ محشر
اے عاصی ذی وقار اچھا نہیں

عاصی صحرائی

ہو نہ جاتے امرخود بخود
قتل کرتے وہ گرخود بخود
ٹک ملائیں نظر خود بخود
دیکھ لیں گے، ہنر خود بخود
دیکھیئے، در بہ در خود بخود
فصلِ گل کی، خبرخود بخود
دو گھڑی بھی، ٹھہر نہیں پاتے
جب بھی جاتے ہیں گھرخود بخود
پرسشِ مرگِ شب گزیدہ، کو
چل کے آئی، سحر خود بخود
منتظِر تھے، کنارِ حوضِ جناں
زیست کے منتظَر خود بخود
تیغ تھامے چلے ہیں، مقتل کو
عاصیِ آشفتہ سر خود بخود

عاصی صحرائی

دریا نہ موج، اور نہ دھارے کا خیال کر
اس وقت ناخدا تو خسارے کا خیال کر
گردابِ صد بلا سے کنارے کی بات کر
اے نا خدائے قوم، سہارے کی بات کر
توجیہہ ِ وصلِ برق و نشیمن نہ کر بیاں
جلتے ہوئے چمن کے، نظارے کا خیال کر
صیّاد مضطرب ہے، خدارا بہانہ اشک
مقتل میں حشر سا ہے، اشارے کا خیال کر
بے سود خواہشاتِ مہ و مہر، جانِ من
یہ دورِ ابتلا ہے گزارے کا خیال کر
اوڑھے ردائے برف تو مانا کہ ہے، ولے
خوابیدہ زیرِ اوج ،شرارے کا خیال کر
اُڑنے سے قبل، سوئے خیابانِ کہکشاں
آغوشِ ماہتاب ستارے کی بات کر
جانے بھی ہے، مدارجِ سیماب یا نہیں
آہن خطاب شیخ سے پارے کا خیال کر
تھا عاصیؔ بھی تو ہجر گزیدہ،کہیں تھے لوگ
بزمِ سخن میں، درد کے مارے کا خیال کر

عاصی صحرائی

پریشاں ہر گلِ خنداں ہے دوستو
نزولِ حشر کا امکاں ہے دوستو
مہہِ جنّت ہے یا رضواں ہے دوستو
جنابِ شیخ سے نالاں ہے دوستو
وہ چومے جو، رُخِ جاناں ہے دوستو
نقابِ کاکلِ پیچاں ہے دوستو
مآلِ بے نیازی اور قناعت
کمالِ صحبتِ رنداں ہے دوستو
نہیں کھلتی زباں، یوں بہرِ بخشش
خیالِ تنگیٔ داماں ہے دوستو
نہ خوفِ موجۂ سرکش ، نہ گرداب
ہمارا ہم سفر، طوفاں ہے دوستو
دمِ پیری ہے، یوں شاکی ستمگر
شبابِ موسمِ باراں ہے دوستو
شکارِ آفتابِ نیم روزے
پئے پیغارہ جو دہقاں ہے دوستو
چمکتی رنگِ خوں، مصداقِ گوہر
تمنّا ہر بُنِ مژگاں ہے دوستو
گراں قیمت، سرِ بازارِ مغرب
عزیزِ مصر ، یا کنعاں ہے دوستو
بدستِ ابلہِ مکتب ، صراحی
یہی تو ،گردشِ دوراں ہے دوستو
مقامِ انتہائے میگساری
سرِ محفل سبو ، رقصاں ہے دوستو
پسِ قتلے، بحالِ عاصیؔ بسمل
نہ جانے کیوں وہ اشک افشاں ہے دوستو

عاصی صحرائی

قہرِ آفاق جھیلنے کے لئے
ذہن تیّار ہو، توکام بنے
بخشش آمادہ چرخ ہے بھی تو کیا
قوم بیدار ہو، تو کام بنے
پھر سے اے کاش ،کوئی نغمہ سرا
بر سرِ دار ہو، تو کام بنے
گر دمِ مرگِ میکشاں ساقی
محوِ دیدار ہو توکام بنے
کھا چکا ہو جو زخمِ وصل و فراق
ایسا غمخوار ہو، تو کام بنے
قلبِ سفّاک، تا بہ حد ہے شقی
غم سے دو چار ہو،تو کام بنے
گرمیٔ ِ عشق کا ہدف ، اے کاش
کوئے دلدار ہو ، توکام بنے
نوکِ مژگاں لہو بھی ہے ،نالاں
نوکِ تلوار ہو، تو کام بنے
سر سپردِ زمیں ، سرِ مقتل
پیشِ سرکار ہو ، توکام بنے
بنتِ حوّا ، نہ مثلِ عہدِ قدیم
نذرِ دیوار ہو، تو کام بنے
خود پرستی ہے وجہِ ضعف و نزاع
خود سے بیزار ہو، تو کام بنے
کوئی سچ بات، بہرِ درّ ِ گزشت
بیچ دربار ہو، تو کام بنے
صدقۂ عہدِ ارتقائے جدید
کشفِ اسرار ہو، تو کام بنے

رُوئے بلبل بوقتِ قتل، بہار
سوئے گلزار ہو، تو کام بنے
عاصیؔ پینے سے مجتنب ہیں، مگر
کوئی مے خوار ہو، تو کام بنے

عاصی صحرائی

شجر پہ ثمر ہیں تو سنگبار بھی آئیں گے
غارت گری کو ستم کے طلبگار بھی آئیں گے
مجھ کو وفا شعار بتا کر جو چل دیئے
بھولے سے کیا کبھی وہ مرے گھر بار بھی آئیں گے
اس تبدیلی ہوا کا تو گماں بھی نہ تھا ہمیں
وہ ایک دن ہمارے سرِ دربار بھی آئیں گے
جو تہی کشکول کو بھریں اِک نگاہ سے
ہاں! اس نگر میں تجار بھی آئیں گے
بجھتے نہیں جو تیز بگولوں کے درمیاں
ایسے سراج دوشِ ہوا بار بھی آئیں گے

عاصی صحرائی

میں نے اسے سلام لکھ بھیجا
حالِ دل تمام لکھ بھیجا
میں نے پوچھا تیرے ہونٹ کیسے ہیں
اُس نے اک فقط جام لکھ بھیجا
میں نے پوچھا کب ہوگی ملاقات
اس نے قیامت کی شام لکھ بھیجا
میں نے پوچھا تیرے بال کیسے ہیں
اس نے قدرت کا انعام لکھ بھیجا
میں نے پوچھا اتنا تڑپاتی کیوں ہو
اس نے جوانی کا انتقام لکھ بھیجا
میں نے پوچھا تیرے خدوخال کیسے ہیں
اس نے حسنِ تمام لکھ بھیجا
میں نے پوچھا تجھے نفرت کس سے ہے
اس نے مرا ہی نام لکھ بھیجا

عاصی صحرائی

یہ وطن پہ اپنی جان کیا دیں گے
یہ لوگ وقت پہ امتحان کیا دیں گے
جو خود ہوں غلام فرعونوں گے
وہ دارالکفر میں اذان کیا دیں گے
یہ نمک خوار ہیں فرنگی کے
یہ اُسے درس قرآن کیا دیں گے
بدعت و شرک کے یہ ہیں ملغوبے
دین حق کو نئی شان کیا دیں گے
جو پلیدستان کے لگاتے تھے نعرے
وہ نیا پاکستان کیا دیں گے
جن کا شیوہ ہے شکم پُری ہر وقت
وہ سچا بیان کیا دیں گے
زاغِ سیاہ کو ہلال کہنے والے
نئی نسل کو عقابی اُڑان کیا دیں گے
جن کی روح نہ بلالی نہ غزالی ہو
وہ دنیا کو خیر اللسان کیا دیں گے
عاصی داعیٔ الی اللہ بن امام وقت کا
یہ یزید وقت تجھے نقصان کیا دیں گے

عاصی صحرائی

ان آنکھوں نے کیا منظر دیکھے ہیں
جن کے سر پر تاج تھے بے سر دیکھے ہیں
کلب یموت کلب کا قصہ سنا لوگوں کو
سرکردہ جو تھے وہی کٹتے سر دیکھے ہیں
مردِ حق جس کو جبر میں کہتے تھے
آگ میں جلتے سر بسر دیکھے ہیں
اسلام کے نام پر وطن کو کھانے والو
ایسے لوگ دنیا میں پہنچتے کدھر دیکھے ہیں
جو جابر سلطان کے آگے خم نہ ہوئے
نوکِ سناں پر عاصیؔ نے کٹتے وہ سر دیکھے ہیں

عاصی صحرائی

حسن والوں کی اداؤں سے سنبھلتے رہتے
چاند کو دیکھ کر تم یوں نہ مچلتے رہتے
عشق ہے جراتِ اظہار کا اِک نقشِ کہن
عہد حاضر میں نہ دستور بدلتے رہتے
شب کی تاریکی میں معدوم ہے کرنوں کا ہجوم
خوب ہوتا تو جو نئے چاند نکلتے رہتے
لذّت درد سے جلا پائی ہے زخموں نے
کاش انگارے مرے سینے کے سُلگتے رہتے
کجکلاہوں کی ہیبت کے بھی ہیں دیرینہ عتاب
کاش لرزاں ہیں جو دیپک وہ دہکتے رہتے
پُر خطر راہ پر ہے چلنا کمالِ عاصیؔ
لغزشِ پا کا مقدر ہے سنبھلتے رہتے

نامعلوم

سوچتا ہوں کہ پاک وطن کے باسی کیا ہیں
یہ ہیں ایک انبوہ ، انعام کثیر، جہلا کا ہجوم
اس قدر طامع، دولت و زر کی اشتہا کی انتہا
نفس پرستی اسقدر، یزید بھی مانگے ان سے پناہ
عدو مادرِ وطن کہ ہر کس کی بنے یہ مرید
حسد و کینہ میں ہے یہ ہندہ سے شدید
سبھی لیڈر دولت و زر کے لئے مغموم
بنائے بیٹھے ہیں مدرسوں کو شہر سدوم
مسجد و منبر کو بنایا ہے تجارت خانہ
زن و زر ، زمیں، کو بنا بیٹھے ہیں نشانہ
اس قدر مشابہ ہیں عاد وثمود قومِ لوط سے یہ
علمائے سُو، شبانِ حسن مرتے ہیں قومِ لوط پہ یہ
اس کے مظالم و بدکرداری سے ابلیس کرے توبہ
یزید وفرعون، شداد، ہلاکو وچنگیزان کے عمل پر کریں توبہ

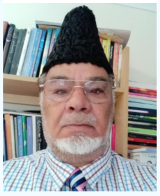

رپورٹ

عاصی صحرائی

تعلیم الاسلام کالج اولڈ ایسوسی ایشن یو کے کی ادبی نشست

صدر صاحب محترم مبارک صدیقی صاحب نے جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے مہمانوں کے لئے ایک ادبی نشست کا اہتمام کرنے کا حکم دیا تو محترم سر ڈاکٹر افتخار احمد ایاز نے میزبانی کی حامی بھر لی۔ جیسا کہ آپ ہر جلسہ سالانہ پر ایسا ہی کرتے ہیں۔ خاکسار نے تیاری شروع کر دی۔ اور سب مہمانوں کو جو ادبی ذوق بھی رکھتے تھے اور اس دن ان کے پاس فراغت بھی تھی۔ اسطرح یہ ادبی نشست مورخہ ۱۵۔ اگست کو بر دولت خانہ محترم سر ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب منعقد ہوئی۔ جس میں صدر مجلس مولانا عطاء المجیب راشد، پروفیسر مبارک عابد امریکہ، حافظ مظفر احمد صاحب، انجم پرویز صاحب، ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب، اسحاق عاجز صاحب، محترم پروفیسر عبدالقدیر کوکب صاحب، شائق نصیر پوری، وسیم احمد باری، اور ان کے علاوہ Ticosa کے ۵۰ ممبران نے شرکت کی۔ پروگرام بہت اچھا رہا۔ آخر میں محترم سر ڈاکٹر افتخار احمد ایاز کی طرف سے لذیذ ڈنر پیش کیا گیا۔ نماز عشا کے بعد یہ ادبی نشست اپنے اختتام کو پہنچی۔ ہمارے سیکرٹری مال عبدالمنان اظہر صاحب اور دیگر ممبران عاملہ نے بھی خوب تعاون کیا۔

***

مبارک ظفر

مان نہ کریں پناہواں دا
زور اے اپنی باہواں دا
رہندا پانی دے وچ وی
حقہ خشک ملاحواں دا
سر منہ جس تھیں بّگا اے
او گھٹا اے راہواں دا
بُلبلے توں بھی نازک اے
کیہ بھروسہ سانواں دا
اکھیں ڈٹھا اساں ظفرؔ
تختہ ہندا شاہواں دا

خواجہ عبدالمومن

جب سے وہ مل گیا ہے یار مجھے
اس کی قربت لگی حصار مجھے
ہر طرف بے سکوں لمحے ہیں
دنیا رکھتی ہے بے قرار مجھے
بات جب مسکرا کے کی اُس نے
پھر خزاں بھی لگی بہار مجھے
چھوڑ کر چل دیا اچانک وہ
کر گیا آج دلفگار مجھے
دُور کردے نہ تیری نظروں سے
کوئی لمحۂ ناگوار مجھے
دیکھ مت اس طرح مجھے مومنؔ
خاکساروں میں کر شمار مجھے

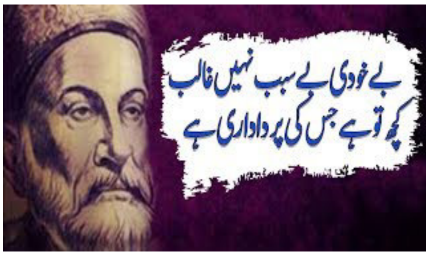

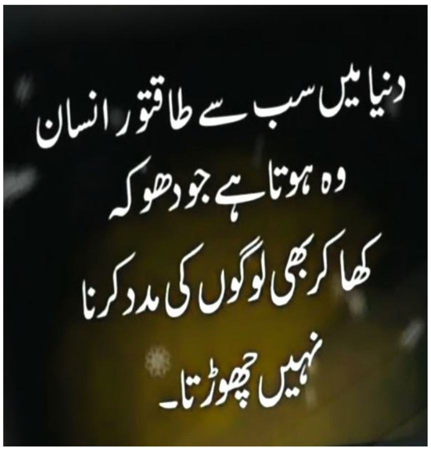

پاکستان کا 75واں یوم آزادی

جمیل احمد بٹ

قائداعظم کا تصور پاکستان آپ کی تقاریر اور ان کے مطابق کئی دہائیوں پر پھیلے آپ کے طرزعمل سے خوب ظاہر ہے۔ان میں سے بیشتر کا ذکر آپ کی اس تقریر میں ملتا ہے جو آپ نے دستور ساز اسمبلی کے صدر کے طور پر اس کے پہلے اجلاس میں کی۔آپ نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے مشکلات کے باوجود ریاست کو ایک سال تک ان اصولوں کے تحت انتہائی کامیابی کے ساتھ چلایا۔یہ ایک سالہ مختصر لیکن مثالی دور بھی قائداعظم کے پاکستان کی خوب عکاسی کرتا ہے۔افسوس کہ آج کے پاکستان میں یہ اصول متروک ہو گئے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ موجودہ پاکستان قائداعظم کا پاکستان نہیں ہے۔چند پہلوؤں سے یہ تقابل اس مضمون کا موضوع ہے۔

۱۔بنیادی حکومتی ذمہ داری:

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

'the first duty of a Government is to maintain law and order, so that the life, property and religious beliefs of its subjects are fully protected by the State.

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ: حکومت کی پہلی ذمہ داری قانون اور امن کا برقرار رکھنا ہے تا کہ ریاست شہریوں کی جان مال اور مذہبی عقائد کی پوری حفاظت کر سکے۔

آج کا پاکستان: جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری کی ادائیگی کا حال ۷اپریل ۲۰۲۲ء کے Pakistan Today کے مطابق یہ ہے کہ سال رواں کی پہلی سہ ماہی میں صرف کراچی میں چوری اور ڈاکہ کی ۱۱۰۰۰ وارداتیں ہوئیں اور بہت سے لوگ خود حفاظتی کوششوں میں جان سے بھی گئے۔اخبار کی رائے میں اس سے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جرائم کی روک تھام اور شہریوں کی حفاظت میں مکمل ناکامی ظاہر ہے۔

دوسری طرف شہریوں کے مذہبی عقائد کی حفاظت کی ناگفتہ بہ صورت حال ان تازہ واقعات سے ظاہر ہے جن میں سے ایک کے مطابق پانچ شہریوں کو عیدالاضحی پر جانوروں کی قربانی کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور دوسرا پنجاب کی حکمران جماعت کے ایک ضلعی رہنما کی حکومت کو خوشاب شہر کے احمدیوں کی اس جرم میں ضلع بدری کی درخواست کہ وہ ایک گھر میں نماز جمعہ ادا کرتے پائے گئے۔

۲۔رشوت ستانی اور کرپشن: قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

'One of the biggest curses from which India is suffering ---is bribery and corruption. That really is a poison. We must put that down with an iron hand and I hope that you will take adequate measures as soon as it is possible ---to do so.'

(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ: رشوت اور کرپشن ان بڑی لعنتوں میں سے ایک ہے جن میں برصغیر گرفتار ہے۔یہ یقیناً ایک زہر ہے۔جسے ہمیں ایک آہنی ہاتھ سے سے کچلنا ہو گا۔مجھے امید ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو گا آپ ایسا کرنے کے لئے ضروری اقدامات کریں گے۔

آج کا پاکستان: ٹرانسپیرانسی انٹرنیشنل کی ۲۰۲۱ کی Corruption Perceptions Index کے مطابق پاکستان نے ۱۰۰ میں سے ۲۸ نمبر حاصل کئے ہیں۔اور رپورٹ میں شامل ۱۸۰ ملکوں میں پاکستان کا نمبر ۱۴۰ ہے۔یہ انڈیکس جو کرپشن کا شمار کرتی ہے ان میں رشوت، سرکاری وسائل اور حیثیت کا ذاتی مفاد کے لئے استعمال، دفاتر میں کرپشن کے لئے جان بوجھ کر سست روی، سرکاری تقرریوں میں کنبہ پروری، کرپشن روکنے میں اپنے مفاد کے لئے حکومتی تساہل شامل ہیں۔

۳۔تجارتی بددیانتی: قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

'Black marketing is another curse. ---Now you have to tackle this monster which today is a colossal crime against society, ---These black-marketers ---ought to be very severely punished. (Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ: چور بازاری ایک اور لعنت ہے۔اب آپ کو اس عفریت سے نپٹنا ہو گا جو معاشرے کے خلاف ایک بھیانک جرم ہے۔ان چور بازاروں کو

سخت سزائیں دی جانی چاہئیں۔چور بازاری کی تعریف میں، بلاحکومتی اجازت اورلاگوٹیکس کی ادائیگی کے بغیرغیرممنوع اشیاء کا کاروباراوروہ کاروبار جن کی جن کی اجازت ہی نہیں جیسے اسمگلنگ،منشیات،اسلحہ،ہیومن ٹریفکنگ وغیرہ سب شامل ہیں۔آج کا پاکستان:ایکسپریس ٹریبیون کی ۲۵ نومبر ۲۰۲۰ کی اشاعت کےمطابق ۲۰۱۴ سے ۲۰۱۸ کےدرمیان پاکستان میں اسمگل شدہ اشیاء کا حجم تین گنا بڑھ گیا اور جی ڈی پی میں اس کا حصہ ۳ اعشاریہ ۸۸فی صدسے بڑھ کر ۱۱اعشاریہ ۲۵فی صدہو چکا تھا۔

الجزیرہ کی ۱۱اکتوبر ۲۰۱۴ کی یوٹیوب ویڈیو کےمطابق پاکستان میں منشیات کا استعمال کرنے والوں کی تعداد ۶۷ لاکھ تھی جو برابر بڑھ رہی تھی۔اس عرصہ میں افغانستان سے پاکستان پہنچنے والی سالانہ ۱۵۰ ٹن ہیروئن میں سے ۴۴ ٹن یہاں استعمال ہوئی۔

امریکہ کی ۲۰۲۱ کی ٹریفکینگ رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۰ میں پاکستان میں ہیومن ٹریفکنگ کے شکار افراد کی تعداد ۳۲۰۲۲ تھی۔جو ۲۰۱۹ کےمقابلہ میں کہیں زیادہ تھی۔پاکستان کےتمام قابل ٹیکس کمائی کرنے والوں سےان کی آمدنیوں پرلاگوکل ٹیکس کی وصولی ایک ایسا معاملہ ہے جوآج تک لاینحل ہے۔ٹیکس نیٹ میں شامل افراد کی تعداد ہمیشہ ہی بہت کم رہی ہے۔چنانچہ مارچ ۲۰۲۲ میں جاری کردہ ایف بی آر کی ۲۰۲۱ میں ٹیکس ادا کرنے والوں کی فہرست میں شامل افرادکی کل تعداد ملک بھرمیں صرف ۲۸ لاکھ ۸۰ ہزارکےلگ بھگ تھی۔آمدنی پرہرایک سے واجب ٹیکس کی وصولی کی سب حکومتی کوششیں مفادات،احتجاج اورمظاہروں کے ہاتھوں ناکام ہوتی رہی ہیں۔

۴۔اقرباپروری اوربدعنوانی: قائداعظم کا پاکستان:فرمایا

'the evil of nepotism and jobbery...must be crushed relentlessly. I want to make it quite clear that I shall never tolerate any kind of jobbery, nepotism or any influence directly or indirectly brought to bear upon me. Wherever I will find that such a practice is in vogue, or is continuing anywhere, low or high, I shall certainly not countenance it. (Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ:اقرباپروری اوربدعنوانی کی برائی کوبےرحمی سے کچلنا ہوگا۔میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں کسی قسم کی بدعنوانیاں اقرباپروری اورکسی اثر رسوخ کو جومجھ پر بالواسطہ یا بلاواسطہ ڈالنے کی کوشش کی جائے گی برداشت نہیں کروں گا جہاں کہیں مجھے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ کارائج ہےخواہ یہ اعلیٰ سطح پرہو یا ادنیٰ سطح پر یقینی طور پر میں اس کو گوارانہیں کروں گا۔یہ اہلیت کی بنیاد پرحکومت چلانے کا اعلان تھا اور بظاہراس قرآنی حکم کے تابع تھا کہ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا۟ ٱلْأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا (النساء ۴:۵۹)

ترجمہ:یقیناًاللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کےحقداروں کے سپرد کیا کرو عملاً بھی آپ نے اپنا یہی طریق رکھا اورقطع نظرکسی فرد کےعقیدہ اور زبان ونسل کے قائداعظم نے ہمیشہ ذمہ داریاں ان کے سپردکیں جواس کے اہل تھے۔گورنر جنرل کی حیثیت سے انہوں نے دس افراد پر مشتمل جوپہلی وفاقی کابینہ تشکیل دی اس میں لیاقت علی خان،آئی آئی چندریگر،غلام محمد، سردار عبدالرب نشتر،سرظفراللہ خان،غضنفرعلی خان،جوگندرناتھ منڈل،فضل الرحمان،خواجہ شہاب الدین اورپیرزادہ عبدالستار جیسے نیک نام اوراہل لیڈر شامل تھے۔قائداعظم نے یہ کابینہ میرٹ اورصرف میرٹ پر تشکیل دی اور کسی کا غیرمسلم یا احمدی ہونا یا اس کا مختلف زبان بولنا یا علاقے سے ہونا کوئی روک نہ بنا۔اہلیت کی بنیاد پر ہی قائداعظم اس سے پہلے ایک احمدی چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو باونڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا وکیل اور اقوام متحدہ میں پاکستان کے پہلے وفد کا سربراہ مقرر فرماچکے تھے۔

آج کا پاکستان: آج اس کے برخلاف عام مشاہدہ کےمطابق حکومتی عہدیداروں کے تقرر میں سب سے اول عقیدہ اور پھر قرابت داری، تعلقات،سفارش اورمفاددرجہ بدرجہ اہمیت اوروزن رکھتے ہیں جبکہ اہلیت کا ہونا یا نہ ہونا اکثر غیرمتعلق ہوتا ہے۔سول اورفوجی اعلیٰ عہدوں پرتقرری اور ترقی میں بھی ملازمین کےعقیدےکوعملاً اہلیت پرفوقیت دی جاتی ہے۔ابھی کچھ عرصہ قبل عالمی شہرت رکھنے والے ایک پاکستانی معیشت دان کومحض اس کے احمدی ہونے کے سبب حکومتی ذمہ داری دئے جانے کا اعلان واپس لے لیا گیا تھا۔

۵۔عوام الناس کی فلاح وبہبود قائداعظم کا پاکستان:فرمایا:

ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ مالدار لوگ زیادہ مالدار ہوجائیں اور دولت چند ہاتھوں میں اکٹھی ہوجائے۔ہمارا مطمحِ نظر یہ ہونا چاہئے کہ عوام کے معیارزندگی کے درمیان فرق دور کریں۔ہمارا نصب العین اسلامی معیشت ہونا چاہئے نہ

کہ سرمایہ دارانہ نظام۔

دہلی میں مسلم لیگ کی پلاننگ کمیٹی کے اجلاس سے خطاب، ۶ نومبر ۱۹۴۴

2.'Now, if we want to make this great State of Pakistan happy and prosperous, we should wholly and solely concentrate on the well-being of the people and especially of the masses and the poor .
(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ: اب اگر ہم ریاست پاکستان کو ایک خوشحال ملک بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں مکمل طور پر لوگوں اور خاص طور پر عوام اور غربا کی بہبود پر توجہ دینی چاہیئے۔

آج کا پاکستان: ورلڈ بینک کے اندازہ کے مطابق ۲۰۲۰-۲۰۲۱ میں پاکستان میں غربت کی شرح ۳۹ اعشاریہ ۳ تھی۔ اس کا مطلب تقریباً ۴۰ فی صد آبادی کا غربت کی لکیر پر یا اس سے نیچا ہونا ہے۔ غربت بنیادی انسانی ضروریات خوراک، لباس اور رہائش کا نہ ہونا یا ناکافی ہونا ہے۔ مختصراً غربت بھوک ہے۔

اسی کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔ ملک میں اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا غریب ہونا ایک المیہ ہے۔ خطرہ ہے کہ جولائی ۲۰۲۲ میں مہنگائی کی سالانہ شرح کا ۲۵ فی صد تک پہنچ جانا ملک میں غرباء کی تعداد میں اور بھی اضافہ کا باعث ہوگا۔

ملک قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ خرچ آمدنی سے زیادہ ہے۔ ادائیگیوں کا توازن بگڑا ہوا ہے۔ ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود گندم، چینی، خوردنی تیل امپورٹ کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف ان لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو مسلسل ناجائز ذرائع سے اپنے ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز کررہے ہیں اور اس کی نمائش کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

۶۔ سب شہری برابر قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

'If you ---work together in a spirit that everyone of you, no matter to what community he belongs,---no matter what is his color, caste or creed is first, second and last a citizen of this State with equal rights, privileges and obligations, there will be no end to the progress you will make.'
(Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ: اگر آپ مل کر اس جذبہ سے کام کریں گے کہ ہر ایک قطع نظر اس کے کہ وہ کسی بھی جماعت سے تعلق رکھتا ہو، اس کا کوئی بھی رنگ، برادری یا عقیدہ ہو وہ برابری کے حقوق، سہولیات اور فرائض کے ساتھ پاکستان کا پہلا، دوسرا اور آخری شہری ہے تو اس ترقی کی کوئی حد نہ ہوگی جو آپ حاصل کر سکتے ہیں۔

آج کا پاکستان: آج جس طرح ملکی آبادی عقیدہ، برادری، زبان، رہائشی صوبہ اور اس میں مزید شہری اور دیہاتی کی تفریق کا شکار ہے سب کے سامنے ہے۔ اور اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر وہ ترقی معکوس بھی جس کا اظہار عالمی اداروں کے کسی بھی جہت سے بنائے گئے وہ اشاریے ہیں جن میں سے ہر ایک میں پاکستان صف آخر کے ملکوں میں نظر آتا ہے۔

۷۔ ریاست کا شہریوں کے مذہب سے لاتعلق ہونا:

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

You are free; you are free to go to your temples. You are free to go to your mosques or to any other places of worship in this State of Pakistan. You may belong to any region or caste or creed --that has nothing to do with the business of the State.
We are starting with this fundamental principle that we are all citizens and equal citizens of one State.
Now, I think we should keep that in front of us as our ideal and you will find that in course of time Hindus would cease to be Hindus and Muslims would cease to be Muslims, not in the religious sense, because that is the personal faith of each individual but in the political sense as citizens of the state. (Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ: آپ آزاد ہیں۔ اس ریاست پاکستان میں آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کے لئے۔ آپ آزاد ہیں اپنی مساجد میں یا کسی اور عبادت گاہ میں جانے کے لئے۔ آپ کا کسی بھی مذہب، ذات پات یا عقیدے سے تعلق ہو، کاروبار مملکت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں...

ہم اس بنیادی اصول کے ساتھ ابتدا کررہے ہیں کہ ہم سب شہری ہیں اور ایک مملکت کے برابر کے شہری ہیں۔ میرے خیال میں ہمیں اسے اپنے مطمح نظر کے طور پر اپنے سامنے رکھنا چاہیئے اور آپ دیکھیں گے کہ وقت کے ساتھ ہندو، ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان، مسلمان نہیں۔ مذہبی طور پر نہیں

کیونکہ یہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی طور پر ریاست کے شہری ہونے کے ناطے۔

ریاست کے بارے میں اپنے اس نظریہ کے اظہار سے پہلے بھی قائد اعظم نے عملاً ہمیشہ سیاست کو مذہب سے الگ رکھا۔ چنانچہ ۱۹۴۴ میں جب آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں یہ کوشش کی گئی کہ یہ قانون بن جائے کہ کوئی احمدی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بن سکتا۔ کافی حمایت بھی حاصل کر لی گئی تھی لیکن خود قائداعظم نے مداخلت کر کے یہ قرارداد واپس لینے پر آمادہ کر لیا۔

(نوائے وقت ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۳)

قائدِ اعظم کی اصولی بنیاد پر احمدیوں کی اس حمایت کا ذکر اور اس پر ناراضگی کا اظہار کئی جگہ ملتا ہے۔ مثلاً (۱) آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور ۱۹۴۴ میں مولوی عبدالحامد بدایونی نے ایک قرارداد پیش کرنا چاہی جس کا مقصد یہ تھا کہ قادیانیوں کو مسلم لیگ کی رکنیت سے خارج کر دیا جائے یہ لوگ باتفاق علماء دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن مسٹر جناح نے اپنے آمرانہ اقتدار سے اس قرارداد کو پیش نہیں ہونے دیا۔

(مسلم لیگ کے شاندار اسلامی کارنامے صفحہ ۴ مرتبہ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی)

(۲) مرزا محمود احمد اور اس کی پراپاگنڈہ ایجنسی نے مسٹر جناح سے خط و کتابت کی آخر مسٹر جناح نے مرزائیوں کو مسلم لیگ میں شامل کر لیا۔ ۱۹۴۴ء کے ایک اجلاس میں اس کے خلاف ایک قرارداد پیش ہوئی تو مسٹر جناح نے اس پر بحث کی اجازت نہ دی۔

(احرار کا کتابچہ مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی صفحہ ۱۸-۱۹ اکتوبر ۱۹۴۶ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۹ صفحہ ۳۶۶-۳۶۷)

(۳) قادیانیوں کے اخراج کے متعلق جو تجویز پیش ہونے والی تھی اسے بھی مسٹر جناح نے پیش ہونے سے روک دیا۔

(اخبار مدینہ بجنور ۱۵ اگست ۱۹۴۴ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۹ صفحہ ۵۸۸)

آج کا پاکستان: قائد اعظم کی اس سوچ کے برعکس پاکستان میں ریاست نے شہریوں کے عقائد سے تعلق جوڑے رکھا۔ قرارداد مقاصد سے آغاز ہوا۔ پھر ۱۹۷۴ میں دینی اور قانونی حدود سے تجاوز کر کے آئین کی دوسری ترمیم کے ذریعہ آبادی کی ایک حصہ کے مذہبی تشخص کا فیصلہ بھی ریاست کا اختیار ہو گیا۔ بعد میں مزید ردّہ رکھتے ہوئے ۱۹۸۴ میں ایک آرڈیننس کے تحت اس جماعت کو اپنے عقیدہ کے اظہار، عمل اور اشاعت کو قابل سزا جرم قرار دے دیا گیا۔ ریاست کے مذہب سے اس تعلق کا یہ بد نتیجہ بھی نکلا کہ اب کسی شہری کا شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور بوقت نکاح اپنے مسلم ہونے کا اقرار بھی قانون کی نظر میں اس وقت تک تسلیم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ باوجود بے علم ہونے کے غلط بیانی سے اتہام لگا کر اس جماعت کے پیشوا پر زبان درازی نہیں کرتا۔

۸۔ بلا امتیاز انصاف اور غیر جانبداری قائد اعظم کا پاکستان: فرمایا

'1. I shall always be guided by the principles of justice and fair-play without any--- prejudice or ill-will, in other words, partiality or favoritism. My guiding principle will be justice and complete impartiality.' (Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947)

ترجمہ: میں ہمیشہ انصاف کے اصول پر قائم رہوں گا۔ یعنی کسی تعصب، بغض یا دوسرے لفظوں میں جانبداری اور ترجیح کے بغیر میرا رہنما اصول سب کے ساتھ انصاف اور مکمل غیر جانبداری رہے گا۔

'He wanted the law to be supreme and wanted to see justice dispensed without fear or favour.'

2. (Whither Quaid's Vision, in The Jinnah Anthology, compiled & edited by Liaquat H. Merchant &Sharif Al Mujahid, Page 196,Oxford University Press, 2009)

ترجمہ: قائد اعظم پسند کرتے تھے کہ قانون بالا رہے اور یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ بلا کسی خوف یا جانبداری کے سب کو انصاف ملے۔

قرآنی طریق حکومت بھی انصاف ہی ہے جیسا کہ فرمایا:

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (النساء:۴:۵۹)

ترجمہ: اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو

آج کا پاکستان: دی ورلڈ جسٹس پروجیکٹ کی قانون کی حکمرانی پر ۲۰۲۱ کے لئے جاری کردہ رپورٹ کے مطابق ۱۳۹ ملکوں میں سے پاکستان کا نمبر ۱۳۰ ہے۔ پروجیکٹ کے طریق کار اور اس کے نتیجہ سے قطع نظر ملک میں انصاف ملنے میں دشواریوں اور تاخیر سے ہر وہ شخص واقف ہے جسے اس رائج نظام عدل سے واسطہ پڑتا ہے۔ کہتے ہیں کہ انصاف میں تاخیر، انصاف کا نہ ملنا ہے۔ جون ۲۰۲۱ میں جیو ٹی وی کی ایک خبر کے مطابق اس وقت ملک کی اعلی اور ماتحت عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات کی تعداد

2,159,655 تھی جبکہ ان ججز کی تعداد جو ان مقدمات کو سن رہے تھے یا سنیں گے صرف 3,067 تھی۔ اس طرح ہر جج کے پاس ۷۰۴ کیس تھے۔ اگرچہ مقدمات کئی کئی نسلوں تک بھی چلتے ہیں لیکن اگر بالفرض ایک مقدمہ اوسطاً ایک سال میں فیصل ہو جاتا ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ ان سب مقدمات کا فیصلہ اگلے 700 سالوں میں متوقع ہے۔ جہاں تک سب کے ساتھ برابر کے انصاف کا تعلق ہے تو اس کا حال ان مقدمات سے خوب ظاہر ہے جن میں احمدی جرم بے گناہی میں سزائیں بھگت رہے ہیں یا ضمانت نہ ہوسکنے کے سبب سالہا سال سے اسیر ہیں۔

۹۔مذہبی رواداری: قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

'1. Islam stands for justice, equality, fair play, toleration and even generosity to non-Muslims who may be under our protection. They are like brothers to us and would be the citizens of the State.
(Address at The Muslim University Union, Aligarh, 2 November, 1941)

ترجمہ: اسلام اپنے ذمہ تمام غیر مسلموں کے لئے انصاف، برابری، یکساں سلوک، برداشت بلکہ فیاضی کا ضامن ہے۔ وہ ہمارے لئے بھائیوں کی طرح ہیں ریاست کے شہری ہوں گے۔

۲۔اقلیتوں کا تحفظ کیا جائے گا ان کا تعلق خواہ کسی فرقے سے ہو۔ ان کا مذہب یا دین یا عقیدہ محفوظ ہوگا۔ ان کی عبادت کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ انہیں اپنے مذہب، عقیدے، اپنی جان اور اپنے تمدن کا تحفظ حاصل ہوگا۔ وہ بلا امتیاز ذات پات اور عقیدہ ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہوں گے۔ ۱۴ جولائی 1947 کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس۔

۳۔پاکستان میں کوئی نظام پاپائیت رائج نہیں ہے۔ اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسلام ہم سے دیگر عقائد کو برداشت کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور ہم اپنے ساتھ ان لوگوں کے گہرے اشتراک کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہیں جو خود پاکستان کے سچے اور وفادار شہریوں کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنے کے لئے آمادہ اور رضا مند ہوں۔ 19 فروری 1948 کو آسٹریلیا کے عوام سے قائد کا نشری خطاب۔

۴۔مجھے اس بات کا تو علم نہیں کہ دستور کی حتمی شکل کیا ہوگی لیکن مجھے اس امر کا یقین ہے کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا جس میں اسلام کے لازمی اصول شامل ہوں گے ...بہرنوع پاکستان ایک ایسی مذہبی مملکت نہیں ہوگی جس پر علماء ایک خدائی مشن کے ساتھ حکومت کریں۔ غیر جانبدار دوست، عیسائی اور پارسی ہیں لیکن وہ سب پاکستانی ہیں۔ انہیں وہ تمام حقوق اور مراعات حاصل ہوں گی جو کسی اور شہری کو حاصل ہوسکتی ہیں اور وہ امور پاکستان میں اپنا جائز کردار ادا کرسکیں گے۔ فروری 1948 میں امریکی عوام سے نشری خطاب۔

آج کا پاکستان: انسانی حقوق پر نظر رکھنے والے عالمی اداروں کی ہر سال کی رپورٹ میں ملک کی غیر مسلم اقلیتوں، عیسائی، ہندو، سکھ سے ترجیحی سلوک کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی مشکلات کا بیان ہوتا ہے۔ ملکی میڈیا میں بھی آئے دن اقلیتی جماعتوں کے افراد، ان کے گھروں اور عبادت گاہوں پر مسلح حملے، ان کی عورتوں کی تبدیلی مذہب اور جبری شادیاں اور توہین مذہب کے قوانین کے تحت ان پر مقدمات کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ حالات سازگار نہ پاتے ہوئے گزشتہ دہائیوں میں بڑی تعداد میں اقلیتی آبادی کی نقل مکانی بھی اس پر شاہد ہے۔

۱۰۔اتحاد، تنظیم اور ایمان قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

'Never forget our motto "Unity, Discipline and Faith'. (Speech from Radio Pakistan,Lahore,30 October, 1947)

ترجمہ: اتحاد، تنظیم اور ایمان کے اصول عمل کو کبھی فراموش نہ کرنا۔

آج کا پاکستان: عقیدے، زبان، ذات اور رہائشی صوبے کی بنیاد پر گروہوں میں بٹے ہوئے قطار میں کھڑے ہوکر اپنی باری کا انتظار نہ کرسکنے والے اور دین کا علم نہ رکھنے کے سبب اپنے بچے کے کان میں اذان دینے سے جنازہ پڑھوانے تک پیشہ وروں کے محتاج اور جعلی پیروں، فقیروں اور مذہب کا کاروبار کرنے والوں کے پیچھے لگے ہوئے یہ عوام آج اپنے عمل سے ثابت کررہے ہیں کہ قائد نے اتحاد، تنظیم اور ایمان کے جن اصولوں کو کبھی نہ بھولنے کی نصیحت کی تھی وہ انہیں مکمل طور پر فراموش کرچکے ہیں۔

۱۱۔انسانی مساوات، معاشرتی انصاف اور انسانی حقوق میں برابری:

قائداعظم کا پاکستان: فرمایا

1.' Brotherhood, equality and fraternity of man these are all the basic points of our religion, culture and civilization. And we fought for Pakistan because there was a danger of denial of these human rights in this sub-continent. (Address to Public Reception, Chittagong, 26 March, 1948)

ترجمہ: انسانی اخوت مساوات اور بھائی چارہ ہمارے مذہب ثقافت اورتہذیب کے بنیادی نکات ہیں اور ہم نے پاکستان کیلئے جدو جہد اس لیے کی کہ برصغیر ہندوستان میں ان انسانی حقوق کو خطرہ لاحق تھا۔

۲۔انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے حقیقی اسلامی تصور پر مبنی ایک معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ اس طرح ہم بحیثیت مسلمان اپنے مشن کو پورا کریں گے اور انسانیت کو امن کا پیغام دیں گے جو اکیلا ہی اسے بچا سکتا ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود، خوشحالی اور معاشی ترقی کو محفوظ بنا سکتا ہے) کراچی میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر تقریر، 1 جولائی 1948

قائداعظم کا پاکستان میں انسانی مساوات کے قیام کا یہ عزم غالباً مدینہ کی اس پہلی اسلامی ریاست کے تتبع میں تھا جس کے میثاق میں مہاجر اور انصار مسلمانوں کے ساتھ، مدینہ کے مشرکین اور یہود کو بھی برابری کی بنیاد پر شامل کیا گیا۔ بطور مثال اس میثاق کی ایک شق یہ تھی:

۱۹۔قبیلہ بنی عوف کی یہود بھی اس معاہدہ میں شامل ہیں۔ اگرچہ مسلمان اور یہودی ہر ایک اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کا مستحق ہو گا لیکن مشترکہ مقاصد میں دونوں ایک جماعت کے حکم میں داخل ہوں گے۔ (حیات محمد ﷺ از محمد حسین ہیکل مترجم ابو یحیی امام خان صفحہ ۲۶۹ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع نہم اپریل ۲۰۰۲)

آج کا پاکستان: انسانی مساوات، معاشرتی انصاف اور انسانی حقوق میں برابری کے ان سنہری اصولوں پر پاکستان میں جس حد تک عمل ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ عملاً یہ سب نہ ہونے کے برابر ہیں۔ برابری کا سلوک اپنے جیسوں کے ساتھ تو ہے لیکن حیثیت میں کم والے عزت و احترام برابری تک نہیں پہنچتے اور کم درجہ ہی شمار ہوتے ہیں۔ بے حسی اور خود غرضی معاشرے کا عام مزاج ہے اور دوسروں کے لئے ایثار و قربانی مستثنیات میں سے ہیں۔ انصاف کی پلہ طاقتور کی طرف جھکا رہتا ہے۔ اور سارے حقوق بھی اسی پیمانے سے ملتے ہیں۔ نتیجہ میں ملک میں خوشحالی اور معاشی ترقی بھی اسی کے بقدر ہے۔

۱۲۔بیوروکریسی کی حدود:

قائداعظم کا پاکستان: آپ نے 14 اپریل 1948 کو گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں سول افسروں سے غیر رسمی بات چیت کرتے ہوئے فرمایا:

پہلی بات جو میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ کو کسی سیاسی جماعت یا کسی سیاستدان کے سیاسی دباؤ میں نہیں آنا چاہیئے۔ اگر آپ پاکستان کے وقار اور عظمت کو بڑھانا چاہتے ہیں تو آپ کو کسی دباؤ کا شکار نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اپنا فرض منصبی عوام اور ملک کے خادم بن کر بے خوفی اور دیانتداری کے ساتھ سرانجام دینا چاہیئے۔ عمالِ حکومت، ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہیں۔ حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی ہیں، وزرائے اعظم اور وزراء آتے جاتے رہتے ہیں لیکن آپ حسب معمول برقرار رہتے ہیں اور اس کے لئے آپ پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ سیاسی جماعت یا وہ سیاسی جماعت، یہ سیاسی رہنما یا وہ سیاسی رہنما اس سے آپ کو کچھ سروکار نہیں رکھنا چاہیئے۔ یہ آپ کا کام ہے ہی نہیں۔ آئین کے تحت جو بھی حکومت بنتی ہے اور جو کوئی بھی معینہ آئینی راستوں سے وزیر اعظم یا وزیر بن کر آتا ہے آپ کا فرض نہ صرف یہ ہے کہ آپ حکومت کی فرمانبرداری اور وفاداری کے ساتھ خدمت کرتے رہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ شہرت، اپنے وقار، اپنی عزت اور اپنی ملازمت کی نیک نامی کو بھی برقرار رکھیں۔ اگر آپ اس عزم کے ساتھ آغاز کریں گے تو آپ ہمارے تخّیل اور ہمارے خوابوں کے مطابق پاکستان یعنی ایک پُرشکوہ مملکت کی اور دنیا کی عظیم ترین قوموں میں سے ایک قوم کی تعمیر میں بہت بڑا کردار ادا کر سکیں گے۔

آج کا پاکستان: آج کی بیوروکریسی کس حد تک قائداعظم کے اس فرمان پر عمل کر رہی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ خود حکومتیں بھی بیوروکریسی کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتی ہیں، ہر حکومت کی تبدیلی کے ساتھ بڑے پیمانے پر ردوبدل اسی غرض سے ہوتا ہے۔ اسی سبب بڑے بڑے بیوروکریٹ وقت کے ساتھ احتساب کا سامنا کرتے ہیں۔ اور پاکستان کو ایک پرشکوہ مملکت بنانے کے خواب بدستور ادھورے چلے جاتے ہیں۔

۱۳۔فوج کا کردار:

قائداعظم کا پاکستان: آپ نے ۱۴ جون ۱۹۴۸ کو اسٹاف کالج کوئٹہ میں فوجی افسروں کو آئینی حلف پڑھ کر سنایا اور ان کی آئینی حدود بتاتے ہوئے فرمایا:

'---the spirit is what really matters. I should like you to study the Constitution--- and understand its true

constitutional and legal implications when you say that you will be faithful to the Constitution of the Dominion.

I want you to remember ...that the executive authority flows from the Head of the Government of Pakistan, who is the governor-general and, therefore, any command or orders that may come to you cannot come without the sanction of the Executive Head. This is the legal position.'

ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ آپ آئین کا مطالعہ کریں اور اس بات کو سمجھیں کہ جب آپ ملک کے آئین سے وفاداری کا عہد کرتے ہیں تو اس کے حقیقی آئینی اور قانونی مضمرات کیا کیا ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بات کو یاد رکھیں کہ اصل اختیار حکومتی سربراہ کے پاس ہے جو کہ گورنر جنرل ہے۔اور آپ کے پاس کوئی قابل عمل حکم اس سربراہ کی منظوری کے بغیر نہیں آ سکتا۔قانون یہی ہے۔

آج کا پاکستان: قائد کے اس فرمان پر عمل نہیں کیا گیا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ پاکستان میں تیس سال سے زیادہ عرصہ فوج کے چیف براہ راست سربراہ حکومت رہے ہیں۔اور بالواسطہ یہ حکومت کسی نہ کسی شکل میں تو شاید ہمیشہ رہی ہے۔

۱۴۔حاصل کلام:

قائداعظم کے سامنے پاکستان کے لئے اعلی اصولوں پر مشتمل ایک واضح دستور عمل تھا جن پر عمل کے نتیجہ میں پاکستان کے روشن مستقبل اور اقوام عالم میں ایک اونچے درجہ کے خواب ان کی آنکھوں میں بسے ہوئے تھے۔ جن کا وہ بار بار اظہار بھی کرتے۔اپنے ایک سالہ دور میں انہوں نے ان اصولوں پر عمل کر کے بھی دکھایا۔ انہوں نے اہل اور فرض شناس افراد کی ایک چھوٹی سی کابینہ سے کام چلایا۔سادگی کو رواج دیا۔کابینہ کے اجلاسوں میں چائے کا ایک کپ بھی پیش نہ ہوتا۔انہوں نے قومی خزانے کو عوام کی امانت سمجھ کر خرچ کیا رات کو سونے سے پہلے گورنر جنرل ہاوس کی فالتو بتیاں بجھا دیتے۔انہوں نے کسی پروٹوکول کے بغیر قانون کا عملی احترام کیا۔ریلوے کی ٹرین کے گزرنے کا انتظار کیا اور ریلوے کا پھاٹک کھلوا کر آگے جانے سے انکار کیا۔انہوں نے گورنر ہاوس میں اپنے اوپر ہونے والے معمولی خرچ کو بھی خود ادا کیا۔قائداعظم نے اپنی محنت کی کمائی کے ساتھ بنائی جائیدادیں اور اثاثے فلاحی اور تعلیمی اداروں کو وقف کر دیئے۔انہوں نے باوجود صحت کی خرابی کے ان تھک محنت کی اور وفات تک اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔

یہ بدقسمتی ہے کہ بعد میں آنے والوں ان اعلی روایات کو قائم رکھنے کے بجائے ان کے برعکس راہوں کو اختیار کیا۔حکومت کو حصول منفعت کا ذریعہ سمجھا اور اس غرض سے ہر بےاصولی کو راہ دی۔کنبہ پروری کی۔کرپشن خود بھی کی اور دوسروں کو بھی اس کا موقعہ دیا۔عوام کی فلاح و بہبود کا ہمیشہ نظر انداز کر کے اسے آخری ترجیح پر رکھا۔ بےانصافی کا راستہ اپنایا۔قانون صرف مجبور اور بےکسوں کے لئے رہ گیا اور سب طاقتور اس کی پہنچ سے باہر رکھے گئے۔اور یوں انصاف کا خون کیا۔جبکہ انصاف ہی وہ واحد طریق ہے جو قوموں کو ترقی کے راستوں پر گامزن کرتا ہے۔

قائد کے فرمودات سب کے لئے تھے لیکن کسی نے ان پر عمل نہ کیا۔مقننہ،عدالتیں،حکومتیں،بیوروکریسی،فوج اور عوام سب نے ان کو پس پشت ڈالے رکھا۔آج سب نتیجہ بھگت رہے ہیں۔اگر اب بھی ایک عزم کے ساتھ قائد کی بتائی ہوئی راہوں کو اختیار کیا جائے تو ان کے کرچی کرچی خواب پھر زندہ ہو سکتے ہیں۔

***

پاکستان کا پستی کی جانب سفر

اے آر خان

فرمودہ بانی پاکستان

ترجمہ: آپ آزاد ہیں۔اس ریاست پاکستان میں آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کے لئے۔آپ آزاد ہیں اپنی مساجد میں یا کسی اور عبادت گاہ میں جانے کے لئے۔ آپ کا کسی بھی مذہب، ذات پات یا عقیدے سے تعلق ہو، کاروبارمملکت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں...ہم اس بنیادی اصول کے ساتھ ابتدا کر رہے ہیں کہ ہم سب شہری ہیں اور ایک مملکت کے برابر کے شہری ہیں۔میرے خیال میں ہمیں اسے اپنے مطمح نظر کے طور پر اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور آپ دیکھیں گے کہ وقت کے ساتھ ہندو، ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان، مسلمان نہیں۔مذہبی طور پر نہیں کیونکہ یہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی طور پر ریاست کے شہری ہونے کے ناطے۔

ریاست کے بارے میں اپنے اس نظریہ کے اظہار سے پہلے بھی قائداعظم نے عملاً ہمیشہ سیاست کو مذہب سے الگ رکھا۔چنانچہ ۱۹۴۴ میں جب آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں یہ کوشش کی گئی کہ یہ قانون بن جائے کہ کوئی احمدی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بن سکتا۔کافی حمایت بھی حاصل کر لی گئی تھی لیکن خود قائداعظم نے مداخلت کر کے یہ قرارداد واپس لینے پر آمادہ کر لیا۔

(نوائے وقت ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۳)

پاکستان کی ۷۵ ویں برسی ہے۔ساری دنیا میں کسی بھی انسان کی یہ ایک اوسط عمر ہے۔اتنی عمر میں یا تو کسی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے یا وفات پا جاتا ہے ۔ انسان کو کوئی نہ کوئی بیماری یا مختلف پریشانیوں یا بے شمار خواہشات کے پیش نظر زندگی غموں کا گہوارہ ہوجاتی ہے۔پاکستان نے تو اپنی پیدائش کے وقت سے ہی بہت سی پریشانیوں کا سامنا کیا ہے۔ان مسائل میں غیروں نے تو کیا اپنوں نے بھی کبھی ساتھ نہ دیا۔جوناگڑھ، حیدرآباد، کشمیر اس سے بزور شمشیر چھین لیا گیا۔علمائے سُو نے کانگرس کا ساتھ دیتے ہوئے اسے پلیدستان کا نام دیا۔بلکہ اس کے معمار کو کافر اعظم کے لقب سے نوازا۔انگریزوں نے ہندو کی حمایت کرتے ہوئے اسے ناچار آزادی دی۔اس ملک کے اپنوں میں علمائے سُو نے حسب عادت اس ملک سے بے وفائی مسلسل جاری رکھی۔شروع میں تو ایسے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آیا جو کہ مخلص تھے۔مسلم لیگی تھے۔اوران کو پاکستان کی قدر تھی اور جو آزادی جیسی نعمت کے قدردان تھے۔بعدازاں یزیدی صفت لوگوں نے اپنی شکم پری کی خاطر ملکی مفادات کو دفن کرنے کی ٹھان لی۔بیرونی طاقتوں کے مفادات کے کارکن بن کر اس پاک وطن کی مٹی بھی بیچ ڈالی۔

مذہبی منافرت کو ہوا دے کر اس ملک کو برباد کر دیا۔فرقہ وارانہ فسادات کی بھینٹ چڑھا دیا۔خودغرضی کو مقدم کر کے ملکی مفادات کو موخر کر دیا۔کوئی روٹی کپڑے اور مکان کا نعرہ لایا۔کوئی مردمومن بن کر جہاد افغانستان کو فروغ دینے آیا۔سب کا سفر ترقی معکوس کی جانب رہا۔اب اس کا انجام ہونے کو ہے۔دیارغیر کے مفاد پرستوں نے اس قوم میں سے میر جعفر اور میر صادق اور شمرو یزید تلاش کر کے اپنے مقاصد پورے کرنے کی ٹھان لی ہے۔مسلمانوں کی تاریخ گواہ ہے کہ ان لوگوں نے ہمیشہ باہم دست گریباں ہو کر اپنی حکومتوں کے زوال کو اپنایا ہے۔سو اب پاکستان کے نام نہاد مسلمان آزادی کی بھرپور ناشکری سے اور اپنے مسلسل انتشار کے باعث اپنی ابدی غلامی کی طرف رواں دواں ہیں۔خاکم بدہن۔یہ ملک اب دن بدن اپنے زوال کی طرف گامزن ہے۔امریکہ کی غلامی میں ترقی کرتے کرتے اپنے ایٹمی اثاثوں کو سستے داموں فروخت کرنے کو ہے۔جب کسی ملک کی فوج اپنے حقیقی فرائض کی بجائے تعیش میں ملوث ہوجائے تو سقوط بغداد اور سقوط ڈھاکہ جیسے واقعات اس کا مقدر بن جایا کرتے ہیں۔جہاں اخلاق، عوام، حقوق العباد، عدل وانصاف، کا جنازہ نکل جائے تو وہاں مشیت ایزدی کے مطابق تبدیلی ناگزیر ہوجاتی ہے۔

جہاں مظالم کی داستانیں رقم ہوں۔مسلم مشرک ہوں، مزاروں کو سجدہ ریز ہوں، قوم لوط کی ممبرشپ ہو، علمائے سُو لواطت کا شکار ہو، جن کے لیڈر بدقماش ڈاکو ہوں۔انتظامیہ، عدلیہ، بدکردار ہو، فوج امریکہ کی کفش بردار ہو، رشوت ستانی کا بازار گرم ہو، جمہوریت کے نام پر جبر وتشدد کی راہ ہموار ہو، کلمہ گو کو کافر اور یہودی کو مردمومن سمجھا جائے تو انجام کیا ہوگا۔یقیناً مخلوق کا خدا دیکھ رہا ہے۔وہی رب العلمین ہے۔صرف رب المسلمین نہیں ہے۔

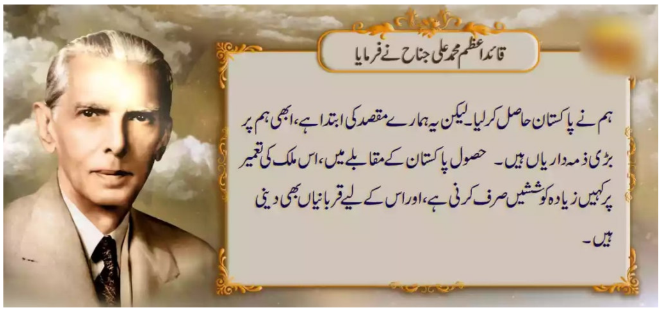

دنیا کی چند بلین ائیر دلربا مسلمان خواتین

زکریا ورک

ا۔ شیخا موزہ بنت ناصر

اس مسلمان خاتون کی نیٹ ورتھ 15 بلین ڈالر ہے۔ یہ قطر کے سابق حکمراں شیخ حماد بن خلیفہ الثانی کی تین بیویوں میں سے دوسری ہے۔ موزہ بن ناصر کی ولادت 9 اگست 1959ء کو ہوئی تھی۔ قطر یونیورسٹی سے اس نے 1986ء میں سوشیالوجی میں ڈگری حاصل کی۔ ورجینیا کامن ویلتھ یونیورسٹی نے اس کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری 2003ء میں عطا کی تھی۔ پھر اس کے بعد برطانیہ اور امریکہ کی دیگر یونیورسٹیوں ٹیکساس اے اینڈ ایم، امپریئل کالج لندن، کارنیگی میلن یونیورسٹی اور جارج ٹاؤن یونیورسٹی نے بھی ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں عطا کی تھیں۔ شیخ حمد خلیفہ الثانی سے ان کے سات بچے ہیں جس کے ساتھ ان کی شادی 1977 میں ہوئی تھی۔ ان کا بیٹا شیخ تمیم بن حمد بن خلیفہ الثانی اس وقت قطر کا امیر سلطنت ہے۔ اس کو فیشن آئی کون تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ جب وہ ورلڈ لیڈرز، اور رائل فیملی کے ممبرز سے ملتی ہے تو اس نے نفیس ترین لباس زیب تن کیا ہوتا ہے۔ سر کے بالوں کے فیشن کیلئے وہ خاص قسم کی پگڑی پہنتی جو اس کے حجاب کا کام کرتا ہے۔ اس کے وارڈ روب میں بین الاقوامی ڈیزائنز لباس ہوتے جو مہنگی ترین کمپنیوں جیسے Hermès,Chanel Ralph, Russo, and Valentino. کے تیار کئے ہوتے۔ اس کے ساتھ وہ ان کمپنیوں کے بنائے زیور پہنتی Van Cleef,Cartier Harry Winston,Arpel ہے۔ جوتوں کیلئے اس کا ڈیزائنر برینڈ Christian Louboutin ہے۔ وہ تعلیم پر خاص زور دیتی ہے جس کیلئے قطر فاؤنڈیشن کے تحت غیر ممالک کی یونیورسٹیوں کے کیمپس قطر میں بنائے گئے ہیں۔ 2014ء میں موزہ ناصر نے لندن میں تین ملحقہ مکان $191 million کے خریدے اور ان کو محل میں تبدیل کر دیا۔ وہ فرنچ لیدر کمپنی Cie Le Tanneur کی مالک ہے جس کی وجہ سے فاربس میگزین نے اس کو طاقتور خاتون قرار دیا تھا۔

۲۔ پرنسیس ہاجہ رشیدہ حافظہ

پرنسیس ہاجہ حافظہ برونائی کے سلطان کی صاحبزادی ہے جس کی نیٹ ورتھ 20 بلین ڈالر ہے۔ اس کی شادی کا لباس دو ملین ڈالر کا تھا۔ شادی کے موقع پر ان کو 24 کیرٹ کی سونے کی کار رولس رائس میں بٹھا کر لایا گیا تھا۔ دولہا اور دلہن کو خالص سونے کے بنے تخت پر بٹھایا گیا تھا۔ اس کے شوہر کا نام خیر الخلیل ہے جو وزیر اعظم کے دفتر میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہے۔ اس کے والد کا نام سلطان حسن بولکیا Sultan Hassanal Bolkiah ہے۔ اس کی مہنگی ترین شادی کی چار دانگ میں اتنی دھوم مچی کہ برطانیہ کی ملکہ نے بھی اس کو نیک خواہشات کا پیغام بھیجا تھا۔ اتنی دولت سے لدی ہونے کے باوجود وہ فنانس منسٹری میں ملازمت کرتی ہیں۔

۳۔ سلطانہ نور زہرا

سلطانہ زہرا ملائیشیا کی امیر ترین شاہی خاندان سے تعلق رکھنی والی خاتون ہیں۔ اس کی نیٹ ورتھ 18 بلین ڈالر ہے۔ وہ سلطان میزان زین العابدین سے رشتہ ازواج میں منسلک ہے۔ اس کے چار بچے ہیں۔ سلطانہ ہونے کے باوجود وہ اپنے ہاتھ سے اپنے شوہر نامدار کیلئے کھانا پکاتی ہیں۔ وہ مارشل آرٹس کی بھی ماہر ہیں۔ اپنے محل کی زینت و آرائش خود کرتی ہیں۔ ہارس بیک رائڈنگ بھی کرتیں۔ ان کے نام سے بہت سے فلاحی ادارے، ہسپتال، سکول منسوب ہیں۔

۴۔ پرنسیس فاطمہ آف سعودی عربیہ

سعودی عرب کی اس شاہزادی کی نیٹ ورتھ 18 بلین ڈالر ہے۔

۵۔ پرنسیس امیرہ التاویل

امیرہ بنت نائیف عتیبی، سعودی عرب کی اس شہزادی کی پیدائش نومبر 1983ء میں ہوئی تھی۔ فوربس میگزین کے مطابق اس کا شمار دنیا کی 100 طاقت ور خواتین ہوتا ہے۔ اس کی شادی پرنس ولید بن طلال سے ہوئی تھی جو اس سے عمر میں 28 سال بڑے تھے۔ اس کی دوسری شادی متحدہ عرب امارات کے بلینئر شہزادے سے ہوئی تھی۔ اس کی نیٹ ورتھ 115 ملین ڈالر ہے۔ اس نے امریکہ کی یونیورسٹی آف نیوہیون سے بزنس ایڈمنسٹریشن میں ڈگری حاصل کی ہوئی ہے۔ ان کی ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ پہلی عورت ہیں جس نے سعودی عرب کی سڑکوں پر کار ڈرائیو کی تھی۔ آج سعودی عورتوں کو ڈرائیونگ کی جو اجازت ملی ہے وہ ان کا خاص کارنامہ ہے۔

۶۔ کوئین رانیہ

کوئین رانیہ کی نیٹ ورتھ 135 ملین ڈالر ہے۔ دنیا ان کو کوئین العبداللہ کی نام سے بھی جانتی ہے۔ ان کی ولادت اگست 1970 میں ہوئی تھی۔ کوئین رانیہ نے امریکن یونیورسٹی آف قاہرہ سے ڈگری حاصل کی ہوئی ہے۔ اردن کے بادشاہ عبداللہ سے ان کی شادی 1999 میں ہوئی تھی۔ رانیہ دو خوبصورت شہزادوں اور دو شہزادیوں کی ماں ہے۔ وہ ملک میں بچوں کی فلاح و بہبود کیلئے دن رات کوشاں رہتی ہے۔ دنیا کے دیگر شاہی خاندانوں کے برعکس رانیہ سوشل میڈیا پر کافی ایکٹو

رہتی ہیں۔ وہ بچوں کے لئے کتابیں بھی تصنیف کر چکی ہے جو لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو چکی ہیں۔

۷۔ پرنسیس مجیدہ آف برونائی

یہ شہزادی برونائی کے دولت مند سلطان کی بیٹی ہے جو اپنے منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوئی ہے۔ اس کی نیٹ ورتھ 5.2 بلین ڈالر ہے۔ برونائی کے بادشاہ کے اپنے ذاتی اثاثے 30 بلین ڈالر سے بھی زیادہ ہیں۔ اس کی ذاتی سات ہزار کاریں ہیں جن کی قیمت چھ بلین ڈالر ہے۔ اگرچہ شہزادی کو اپنے باپ کی بے تحاشہ دولت ملی ہے مگر یہ مردوں کے شانہ بہ شانہ ہر شعبہ حیات میں ملک کی فلاح و بہبود کیلئے کام کرتی نظر آتی ہے۔ یہ فوج کی ٹریننگ بھی لے چکی ہے۔ اس کی ولادت مارچ 1976 کو ہوئی تھی۔

۸۔ شیخا حنادی بنت ناصر الثانی

شیخا حنادی نے اپنی زندگی کا آغاز قطر یونیورسٹی کے اکنامکس ڈی پارٹمنٹ میں لیکچرار کے طور پر کیا۔ حنادی کمیونٹی کے ہر کام یا پروجیکٹ میں شامل ہونے پر زور دیتی ہیں۔ اس نے 1998 میں انوسٹمنٹ فرم اموال فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی جس کی وہ فاؤنڈر اور چیئر پرسن ہے۔ اس کے بعد 2006 میں سٹی ڈیولپمنٹ رئیل اسٹیٹ Al-Waab City کا پراجیکٹ شروع کیا جس کی وہ سی ای او ہے۔ اس نے لندن بزنس سکول سے ایم بی اے اور یونیورسٹی آف لندن سے ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی ہوئی ہے۔ اس کی نیٹ ورتھ 15 بلین ڈالر ہے۔ وہ چیریٹیز کی فراخدلی سے مدد کرتی ہے۔ وہ Q Auto آٹو کمپنی کی مالک ہے جو آڈی اور ووکس ویگن کاروں کی ڈیلر شپ ہے۔ وہ سٹینڈرڈ چارٹرڈ بنک کی سپیشل ایڈوائزر رہی ہے۔ 2006 میں اس کو ویمن سی ای او آف دی ایئر کا ایوارڈ دیا گیا تھا۔ شیخا حنادی نے دنیا میں یہ مقام اپنی ذہانت و فطانت کے باعث حاصل کیا ہے۔ اس کے تین بچے ہیں۔

۹۔ میثاء بنت محمد بنت راشد المکتوم Maitha

شیخا میثاء کی ولادت مارچ 1980 میں دوبئی، (UAE) میں ہوئی تھی۔ اس نے 2008 میں سمر اولمپکس میں taekwondo کے مقابلوں میں حصہ لیا تھا۔ اس کا شمار دنیا کی امیر ترین اتھلیٹس میں ہوتا ہے۔ اس کی نیٹ ورتھ 5.1 بلین ڈالر ہے۔ فوربس میگزین نے اس کو دنیا کی شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والی خوبصورت ترین خاتون قرار دیا تھا۔ وہ کراٹے Karate اور پولو کے کھیلوں میں بھی دلچسپی لیتی ہے۔

۱۰۔ کوئین فاطمہ کلثوم زوہار گوداوبری

سعودی عرب کی اس کوئین کی نیٹ ورتھ 18 بلین ڈالر ہے۔ آمدن کا بڑا ذریعہ تیل اور انوسٹ منٹ ہے۔ ملکہ خود کو عوام کی نظروں سے اوجھل رکھتی ہیں۔ سوشل میڈیا پر ان کی چند تصاویر سے پتہ چلتا کہ ملکہ ہندوستان کی ایشوریا رائے اور ہالی ووڈ کی اینجلینا جولی سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ ملکہ فاطمہ مسلم دنیا کی تیسری امیر ترین خاتون ہیں ملکہ ہندوستان کے شہر چنائی کے ہسپتال میں اکتوبر 1986ء کو پیدا ہوئی تھیں۔

۱۱۔ پرنسیس لالہ سلمیٰ آف مراکش

مراکش کی اس دولت مند شہزادی کی نیٹ ورتھ 2.5 بلین ڈالر ہے۔ اس کے والد سکول ٹیچر تھے مگر مراکش کے کنگ محمد ہشتم سے 1999 میں شادی خانہ آبادی کے بعد ان کی زندگی حیران کن طریق سے بدل گئی۔ ان کے دو بچے ہیں: پرنس حسن اور پرنسیس خدیجہ۔ یونیورسٹی میں اس نے کمپیوٹر سائنس کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے والد کا نام حاجی عبدالحمید بینانی ہے اور اس کی پیدائش فیض شہر میں ہوئی تھی۔ اس کی والدہ نعیمہ کی وفات 1981ء میں ہوئی جب وہ محض تین سال کی تھی۔ اس نے رباط میں تعلیم حاصل کی جہاں وہ پرائیویٹ سکول میں پڑھتی رہی۔ انجنیئر نگ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس نے ONA Group میں ملازمت کی جو رائیل فیملی کی ملکیت میں ہے۔ مسلم ملک میں رہتے ہوئے اس نے سر پر حجاب کبھی نہیں پہنا اور لباس میں پینٹ پہنتی ہے۔ کینسر کے مرض کی روک تھام اور علاج کیلئے اس نے لالہ سلمیٰ فاؤنڈیشن قائم کی تھی۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی وہ گوڈ ول ایمبیسڈر ہے 2018 میں علیحدگی کے بعد وہ پبلک میں نظر نہیں آتی۔ عورت اگر بیوی کے روپ میں تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدیجہ اگر تم میری جلد بھی مانگتی تو میں اُتار کے دے دیتا۔ جب یہی عورت بیٹی کے روپ میں تھی تو نبی نے نہ صرف کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا بلکہ فرمایا میری بیٹی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اور جب یہ عورت بہن کے روپ میں تھی تو فرمایا کہ بہن تم نے خود آنے کی زحمت کیوں کی تم پیغام بھجوا دیتی میں سارے قیدی چھوڑ دیتا۔ اور جب یہ عورت ماں کے روپ میں آئی تو قدموں میں جنت ڈال دی گئی اور حسرت بھری صدا بھی تاریخ نے محفوظ کی۔ فرمایا گیا اے صحابہ کرام! کاش میری ماں زندہ ہوتی، میں نماز عشاء پڑھا رہا ہوتا میری ماں محمد پکارتی میں نماز چھوڑ کے اپنی ماں کی بات سنتا (سبحان اللہ) عورت کی تکلیف کا اتنا احساس فرمایا گیا کہ دوران جماعت بچوں کے رونے کی آواز سنتے ہی قرات مختصر کر دی۔ اے اُمتِ محمد یہ کی بیٹیو! تم بہت عظمت والی ہو (الحمدللہ)

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارك وسلم

آفتاب شاہ

مہنگائی کا تراوز بہت دردناک بھی ہے اور دلچسپ بھی ہے۔ دردناک اس لیے کہ اس سے عام آدمی تکلیف کا شکار ہوتا ہے اور دلچسپ اس لیے کہ یہ مہنگائی ہماری عام عوام کی ہی پیدا کردا ہے۔ ڈالر جب بڑھتا ہے تو ایک ریڑھی والا، دودھ والا، گاڑی والا، کپڑے والا، سبزی والا سب واویلا کرتے ہیں کہ ڈالر بڑھ گیا اور چیزیں مہنگی کر دیتے ہیں جبکہ ان کو ڈالر کے سپیلنگ تک نہیں آتے لیکن جب یہی ڈالر نیچے آتا ہے قیمتیں وہی رہتی ہیں۔ تیل کا معاملہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ قیمت اگر بڑھ جائے تو ہر چیز پر اثر پڑے گا۔ اور دکاندار ایک فقرہ کہتا ہے باؤ جی پٹرول بھی دیکھیں کہاں پہنچ گیا ہے پٹرول کی قیمت کم ہوجائے تو مہنگائی ویسے کی ویسے ہی رہتی ہے۔ آٹا، چینی، تیل، گھی یہ سب غیر ملکی اقوام یا جنات مہنگے نہیں کرتے بلکہ حکومت ساتھ ساتھ مہنگائی کرنے میں ہم بھی برابر کے مجرم ہیں۔

۞ - کیا عجیب رواج ہے کہ عامیانہ بحثوں میں پاک اور معزز ہستیوں کو اس لیے شامل کر کے لڑائی جھگڑا کیا جاتا ہے تاکہ اپنی جیت کا جشن اس بحث کو جیت کر منایا جائے جس سے انا کی تسکین دوسرے فرد کی تذلیل کر کے کی جائے۔ لیکن اس بحث کی جنگ جیتنے والا کبھی بھی اسوہ رسولؐ کی پیروی کرنا پسند نہیں کرے گا۔ صحابہ کرام کے نام پر لمبی لمبی بحثیں تو کرے گا لیکن ان نیک سیرت ہستیوں کی زندگی اپنانے کی کبھی کوشش نہیں کرے گا۔ سچے اور نیک اوصاف کا ذکر کر کر کے گلا خشک کر لے گا لیکن مجال ہے ان اوصاف کی جھلک خود میں پیدا کر سکے۔ المیہ تو یہی ہے کہ آج خود میں بدلاؤ کی بجائے ہم دوسروں کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں جبکہ ضرورت اپنی تطہیر اور تربیت کی ہے۔

۞ - معاشرتی رویوں میں ارتقاء کا عمل جاری وساری رہتا ہے۔ اس عمل میں طاقتور عناصر اپنے قوی اثرات سے تربیت کے اداروں کا کام کرتے ہیں لازم نہیں یہ ادارے درست سمت یا مثبت سوچ کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ملیں۔ اور یہ بھی لازم نہیں ہے کہ ان کے وجود سے شر ہی ٹپکتا ہو۔ لیکن یہ بات تو پختہ ہے کہ ان اداروں کے عمل سے اقوام کی سوچ اور فکر کے سوتے ضرور پھوٹتے ہیں۔ وہ اقوام جہاں تعلیم کو محض وقت کا ضیائع سمجھا جاتا ہے وہاں یہ ادارے تباہی کا سامان لیکر کھڑے رہتے ہیں اور جن اقوام نے تعلیم کو شعوری جہت سے قبول کیا وہاں پر یہی ادارے ان کی غلامی میں کمر بستہ نظر آئے۔ معاشرتی ارتقاء رک نہیں سکتا اس لیے وقت کا دامن تھام کر ہی ترقی کے زینے پر پاؤں رکھا جا سکتا ہے۔

۞ - رشتوں کی دیواروں میں اگر محبت کا لہو نہ ڈالا جائے تو بنیاد کی اینٹ انکار کی سمت مڑ جاتی ہے یہ بنیاد نفرت کو قبول کر کے محبت کو رد کر دیتی ہے اور تمام عمر اسی بنیاد پر جب حسد، غصے، ضرورت، دھوکے اور مطلب پرستی کی اینٹیں رکھی جائیں گی تو ایک دن اس ملبے سے بے حسی کا وہ مزار تعمیر ہوگا جس کی قبر میں انسانیت کو دفن کر کے رشتوں کی میتوں پر دھمال کا فریضہ ہر روز ادا کیا جائے گا جس سے آسمان کی جانب اٹھنے والے ہاتھ کبھی بھی دعا کے درس سے آشنا نہیں ہوں گے۔ اگرچہ زمانے میں خلوص کا ماتم روز کیا جاتا ہے لیکن ابھی بھی وہ دل موجود ہیں جو خلوص سے لبریز ہیں شرط رشتوں پر پہلی اینٹ کی سچائی ہے۔

۞ - ساس اور بہو کا تعلق انتہائی دلچسپ بھی ہے اور لازم و ملزوم بھی ہے۔ لیکن اس تعلق میں کہیں پر نفرت اور انا کی دیواروں نے عجیب سی بیرخی پیدا کر دی ہے۔ ایک لڑکی بیٹی سے بہو کے درجے پر پہنچتی ہے اور اگلا مرحلہ ماں کا ہوتا ہے جہاں سے ساس کا روپ دھار لیتی ہے۔ شادی سے پہلے یہی لڑکی سوچتی کہ اس کو اول تو ساس نہ ملے اگر ملے تو زبان کٹی مخلوق ہو۔ اور جب خود ساس بنتی ہے تو بہو کے روپ میں اسے نوکرانی درکار ہوتی ہے۔ اصل میں تربیتی ادارے یہ بات بتانے کو ہی تیار نہیں ہیں کہ رشتوں کی حقیقتوں کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے زندگی گزارنے کے لیے چور راستہ نہیں محبت کا چلن ہی بہتر زندگی کی ضمانت بنتا ہے۔ کیونکہ بہو تمام عمر بہو نہیں رہتی۔ کبھی نہ کبھی اسے ساس بننا پڑتا ہے۔

۞ - نئی نسل کو کتاب کے لطف اور سرور کی کیا خبر؟ ان کو کیا پتہ کہ عمران سیریز کو پڑھتے ہوئے پلکیں تک جھپکنا بھول جایا کرتے تھے۔ انہیں کیا پتہ اداس نسلیں پڑھنے کے بعد کتنی دیر خیال اور سوچ کا ربط ٹوٹا رہتا تھا۔ انہیں کیا پتہ کہ بازی گر، موت کے سوداگر اور دیوتا جیسے سلسلے پڑھنے کے لیے ہر مہینے کس قدر پہلی تاریخوں کا انتظار رہتا تھا۔ یہ نسل نہیں جانتی کہ تکیے کے نیچے پڑا جاسوسی، سرگزشت، سسپنس، سب رنگ یا خواتین ڈائجسٹ کیا مزہ دیتا تھا۔

کتب خانے آج رہ تکتے ہیں کہ کوئی آئے لیکن موبائل پاؤں کی بیڑی بن گیا ہے۔موبائل نے کوئی ظلم کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن کتاب سے دوری اسی کا نتیجہ ہے۔

۞ - پاکستان وہ معجزہ ہے جس کے وجود اور بقا نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔پاکستان وہ حسین خواب ہے جس کی تکمیل وتعبیر سے لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔پاکستان وہ جنت ہے جس کی نظیر ملنا محال ہے۔ پاکستان وہ عشق ہے جس میں گردنیں کٹ کر بھی زندہ باد کا نعرہ لگاتی ہیں پاکستان وہ جنون ہے جو جسم میں خون بن کر دوڑتا ہے۔پاکستان وہ پیار ہے جو آنکھوں کے جھروکوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوتا۔پاکستان وہ گھر ہے جس کی چوکھٹ پر کیا گیا محبت کا سجدہ رب کائنات کو بھی پسند ہے پاکستان وہ دیوار ہے جو کسی گرم ہوا کو ہم تک آنے نہیں دیتی۔پاکستان میں ہوں آپ ہیں اور ہر وہ شخص ہے جو اس پاک دھرتی کا نام سن کر آبدیدہ بھی ہوتا ہے اور سینہ تان کر فخر سے بھی چلتا ہے۔

۞ - آزادی کا لفظ سننے میں جتنا خوشگوار لگتا ہے اپنے اندر اتنی ہی دردناک اور طویل قربانی کی داستانیں چھپائے رکھتا ہے سر کٹتے ہیں تو آزادی ملتی ہے لہو زمین کی مانگ میں سجتا ہے تو آزادی ملتی ہے جسم آروں سے چیرے جاتے ہیں عصمتیں سر بازار لٹتی ہیں بچوں کو نیزوں پر پرویا جاتا ہے سہاگ اجڑتے ہیں ماؤوں کی گودیں خالی ہوجاتی ہیں بچے یتیم ہوجاتے ہیں گھروں کو آگ لگتی ہے تو آزادی ملتی ہے اور جب زمین آسمان مل کر یہ ٹھان لیں کہ راستہ روکنا ہے اور زمانے کے جبڑوں کو چیر کر فتح حاصل کر لی جائے تو تب ملتی ہے آزادی۔آئیں اس آزادی کی قدر کریں کہیں ایسا نہ ہو باجا بجتے بجاتے غلامی کا سانپ آستینوں سے گردن پر وار کردے۔

۞ - قوم کی تربیت کی ذمہ داری ان حلقوں پر ہوتی ہے جو معاشرے میں اثر انداز ہوکر رائے عامہ کو ہموار کر کے ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ بچوں سے بڑوں تک کی سوچ مثبت عمل سے گزرتی ہوئی قومیت میں ڈھل جاتی ہے اور وہ رویہ اس قوم کی پہچان بنتا جاتا ہے۔ملکِ خداداد میں اگر جشنِ آزادی کے دن باجوں کی بے ہنگم آوازوں کا ہجوم کان کے پردے پھاڑ رہا ہے تو یہ وقت حیرانی کی بجائے تعلیمی اور معاشرتی اداروں کی موت پر فاتحہ پڑھنے کا ہے جنہوں نے ملی نغموں، وطن سے محبت کے گیتوں اور قومی جھنڈے کی بجائے بچوں کے ہاتھوں میں باجہ پکڑا کر تربیت کا بھونڈا رواج پیدا کردیا۔آج کا رواج کل کی پہچان بن جائے گا ضرورت اس امر کی ہے کہ قومیت کا ترانہ گانے اور بجانے والے کی تلاش کی بجائے خود اس پر عمل کیا جائے۔

۞ - واقعہ کربلا ایک پیغام کا نام ہے ایک عہد کا نام ہے زندگی گزارنے کے طریق کا نام ہے حضرت امام حسینؑ اگر چاہتے تو باطل کے سامنے جھک جاتے لیکن آپ کو معلوم تھا کہیں آج میرے جھکنے سے اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہ ہوجائے۔آج کہیں کہیں سچ جھوٹ کی چادر میں چھپ نہ جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ حق کی راہ پر چلنے والے راستے سے بھٹک جائیں اس لیے معرکہ حق وباطل میں شہادتِ حُسین نے علمِ اسلام کو زندگی کا حاصل بنا کر ابدیت حاصل کر لی اور امت کے لیے یہی پیغام چھوڑا کہ ہمت اور عزم کے سامنے ہر چیز ہیچ ہوجاتی ہے اگر مقصد واضح اور اسلام کی سربلندی ہو تو نیزے پر کٹا ہوا سر بھی کلمہِ حق کی صدا بلند کرتا ہے۔

***

استاد قمر جلالوی

ایک بار استاد قمر جلالوی کی ہم عصر شاعرہ وحیدہ نسیم صاحبہ (جو غربت کی وجہ سیا ستاد کو کسی حد تک کمتر سمجھتی تھیں) نے طنزاً استاد سے کہا کہ قمر شاعر تو میں تمھیں تب مانوں جب تم مشاعرے میں ایک ہی شعر پڑھو اور محفل لوٹ لو۔ استاد نے چیلنج قبول کرلیا۔کچھ ہی دنوں بعد ایک مشاعرہ ہوا جس میں یہ دونوں بھی مدعو تھے۔وحیدہ نسیم اگلی صفوں میں بیٹھی تھیں۔استاد کی باری آئی تو استاد نے مائیک پر کہا:

”خواتین وحضرات! آج کسی کے چیلنج پر صرف ایک ہی شعر پڑھونگا آگے فیصلہ آپ لوگوں پر۔یہ کہہ کر استاد نے پہلا مصرع پڑھا:

پچھتا رہا ہوں نبض دکھا کر حکیم کو (بڑی واہ واہ شاواہوئی)

استاد نے پہلا مصرع مکرر کیا لوگوں نے کہا:

”پھر کیا کیا ہوا استاد۔آگے تو بتایئے'اب استاد نے مکمل شعر پڑھا

پچھتا رہا ہوں نبض دکھا کر حکیم کو
بجتی رہیں اور قہقہے لگتے رہے

جب کچھ شور کم ہوا تو بے ساختہ لوگوں کی نظریں وحیدہ نسیم کی طرف گئیں مگر وہ تو جانے کب کی غائب ہو چکی تھیں۔

والد کا جگر بیٹا ہوتا ہے

کویت میں ایک بوڑھا آدمی عدالت میں داخل ہوا تا کہ اپنی شکایت (مقدمہ) قاضی کیسامنے پیش کرے۔قاضی نے پوچھا آپ کا مقدمہ کس کے خلاف ہے؟اس نیکہا اپنے بیٹے کے خلاف۔قاضی حیران ہوا اور پوچھا کیا شکایت ہے،بوڑھے نے کہا،میں اپنے بیٹے سے اس کی استطاعت کے مطابق ماہانہ خرچہ مانگ رہا ہوں،قاضی نے کہا یہ تو آپ کا اپنے بیٹے پر ایسا حق ہے کہ جس کے دلائل سننے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

بوڑھے نے کہا قاضی صاحب!اس کے باوجود کہ میں مالدار ہوں اور پیسوں کا محتاج نہیں ہوں،لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹے سے ماہانہ خرچہ وصول کرتا رہوں۔

قاضی حیرت میں پڑ گیا اور اس سے اس کے بیٹے کا نام اور پتہ لیکر اسے عدالت میں پیش ہونے کا حکم جاری کیا۔بیٹا عدالت میں حاضر ہوا تو قاضی نے اس سے پوچھا کیا یہ آپ کے والد ہیں؟ بیٹے نے کہا جی ہاں یہ میرے والد ہیں۔قاضی نے کہا انہوں نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے کہ آپ ان کو ماہانہ خرچہ ادا کرتے رہیں چاہے کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔بیٹے نے حیرت سے کہا،وہ مجھ سے خرچہ کیوں مانگ رہے ہیں جبکہ وہ خود بہت مالدار ہیں اور انہیں میری مدد کی ضرورت ہی نہیں ہے۔قاضی نے کہا یہ آپ کے والد کا تقاضا ہے اور وہ اپنے تقاضے میں آزاد اور حق بجانب ہیں۔بوڑھے نے کہا قاضی صاحب!اگر آپ اس کو صرف ایک دینار ماہانہ ادا کرنے کا حکم دیں تو میں خوش ہو جاؤں گا بشرطیکہ وہ یہ دینار مجھے اپنے ہاتھ سے ہر مہینے بلا تاخیر اور بلا واسطہ دیا کرے۔قاضی نے کہا بالکل ایسا ہی ہوگا یہ آپ کا حق ہے۔

پھر قاضی نے حکم جاری کیا کہ فلاں ابن فلاں اپنے والد کو تاحیات ہر ماہ ایک دینار بلا تاخیر اپنے ہاتھ سے بلا واسطہ دیا کرے گا۔"مرہ عدالت چھوڑنے سے پہلے قاضی نے بوڑھے باپ سے پوچھا کہ اگر آپ برا نہ مانیں تو مجھے بتائیں کہ آپ نے دراصل یہ مقدمہ دائر کیوں کیا تھا،جبکہ آپ مالدار ہیں اور آپ نے بہت ہی معمولی رقم کا مطالبہ کیا؟بوڑھے نے روتے ہوئے کہا،قاضی محترم!میں اپنے اس بیٹے کو دیکھنے کے لئے ترس رہا ہوں،اور اس کو اس کے کاموں نے اتنا مصروف کیا ہے کہ میں ایک طویل زمانے سے اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا ہوں جبکہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ شدید محبت رکھتا ہوں اور ہر وقت میرے دل میں اس کا خیال رہتا ہے یہ مجھ سے بات تک نہیں کرتا حتیٰ کہ ٹیلیفون پر بھی۔اس مقصد کے لئے کہ میں اسے دیکھ سکوں چاہے مہینہ میں ایک دفعہ ہی سہی،میں نے یہ مقدمہ درج کیا ہے۔یہ سن کر قاضی بے ساختہ رونے لگا اور ساتھ دوسرے بھی،اور بوڑھے باپ سے کہا،اللہ کی قسم اگر آپ پہلے مجھے اس حقیقت سے آگاہ کرتے تو میں اس کو جیل بھیجتا اور کوڑے لگواتا۔بوڑھے باپ نے مسکراتے ہوئے کہا۔سیدی قاضی! آپ کا یہ حکم میرے دل کو بہت تکلیف دیتا۔

کاش بیٹے جانتے کہ ان کے والدین کی دلوں میں ان کی کتنی محبت ہے،اس سے پہلے کہ وقت گزر جائے۔(ایک عربی پوسٹ کا ترجمہ) کاش کہ یہ باتیں تیرے دل میں اتر جائیں خواہش صرف اتنی ہے کہ کچھ الفاظ لکھوں جس سے کوئی گمراہی کے راستے پر جاتے جاتے رُک جائے نہ بھی رکے تو سوچ میں ضرور پڑ جائے۔

اگر آپ زندگی سے ہار گئے ہیں تو ایک خواجہ سرا کی زندگی پڑھ کر شاید آپ جینے لگیں۔۔۔۔۔خواجہ،سرا،سے،مینجر،ڈائریکٹر،تک میرا نام سمیر ہے میں نہ تو مرد ہوں نہ عورت۔لوگ مجھے ٹرانسجینڈر کہتے ہیں۔خواجہ سرا۔میرے ابا تو تب فوت ہو گئے جب میں 10 سال کا تھا۔۔میرا جسم تو لڑکوں سا تھا لیکن میرا من لڑکیوں سا۔مجھے لڑکیوں کی طرح سجنا سنورنا اچھا لگتا تھا۔۔۔مجھے لڑکیوں کے کپڑے پہننا اچھا لگتا تھا۔میری امی سکول ٹیچر تھیں۔۔جب ان کو پتہ چلا میرا ایک ہی بیٹا ہے۔۔اور وہ بھی خواجہ سرا۔وہ بہت پریشان ہوئی۔لیکن وہ مجھے کچھ نہیں کہتی تھیں۔میں لپ اسٹک لگایا کرتا تھا۔۔مجھے سر پہ دوپٹہ اوڑھنا اچھا لگتا تھا۔پھر آہستہ آہستہ۔۔پورے محلے کو پتہ چل گیا میں ایک خواجہ سرا ہوں۔۔امی مجھے پڑھانا چاہتی تھیں۔۔امی مجھے بہت پیار سے سمجھایا کرتی تھی بیٹا یہ لوگ معاشرہ بہت غلط ہے۔۔اگر جینا چاہتے ہو تو۔اچھا انسان بن کر جیو۔۔لوگوں کا سامنا کرنا سیکھنا ہوگا۔میں ہمیشہ سے ایک اچھا انسان بننا چاہتا تھا۔۔ایک بڑا آفیسر۔میں دل لگا کر پڑھائی کرتا۔۔میری دو بہنیں تھیں۔۔۔میں اکیلا ہی بھائی تھا۔۔یوں کہہ لیں نہ بھائی نہ بہن۔۔سکول میں میرا مذاق بنایا جاتا۔۔میں کیا کرتا۔۔میرا لہجہ لڑکیوں سا تھا۔میں بہت روتا تھا۔۔لیکن امی میرا سہارا تھی۔۔وہ مجھے سمجھایا کرتی۔۔بیٹا۔۔ایسے بہت سے مقام آئیں گے زندگی

میں۔۔۔تم کو کبھی ہارنا نہیں ہے۔۔میں سکول سے کالج چلا گیا۔۔۔۔وہاں میرے لیئے اور بھی مشکالات بڑھ گئیں۔۔اللہ پاک نے مجھے بہت خوبصورت بنایا ہے۔۔کالج کے لڑکے مجھے تنگ کرنے لگے۔.میں برداشت کرتا رہا۔۔اذیت کے دن گزرے یونورسٹی چلا گیا۔میں سافٹ ویئر انجنیئر بن گیا۔بہت خوش تھا۔میں لوگوں کو زندگی سکھانا چاہتا تھا۔۔۔میں لوگوں کو محبت کرنا سکھانا چاہتا تھا۔میں رشتوں کو نبھانے کی بات کرنا چاہتا تھا۔میں جہالت کو ختم کرنا چاہتا تھا۔میں دین بھی سیکھا۔۔۔چاہتا تھا اپنے ملک کے لیئے کچھ کر جاوں۔۔جب پڑھائی مکمل ہوگئی۔پھر میں جاب کی تلاش کرنے لگا.میں نے سب سے پہلے پولیس میں اپلائی کیا۔۔لیکن۔۔افسوس مجھے قبول نہ کیا گیا۔مجھے خواجہ سرا کہہ کر نکال دیا گیا۔میں نے بہت سے اداروں میں کوشش کی لیکن مجھے سب عجیب طریقے سے ٹریٹ کرتے۔۔لوگ اپنی اپنی مرضی سے میرا نام بلاتے۔کوئی کہتا بلو رانی۔۔تو کوئی چھمک چھلو۔۔جیسے نام دیتا مجھے۔میں خاموش ہو جاتا۔۔امی کی سکول سے سروس پوری ہوئی۔جو پینشن ملی۔دونوں بہنوں کی شادی کر دی۔میں اتنا پڑھ کر بھی خوار ہو رہا تھا۔کیوں کے لوگ مجھے صرف ایک ناچنے والا خواجہ سرا سمجھتے تھے۔میں نے محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا چاہی۔۔۔لیکن کوئی بھی اپنے بچوں کو میرے پاس پڑھانے کے لیئے تیار نہ تھا۔۔۔میں کیا کرتا۔میرا قصور کیا تھا۔۔یہ سب تو اللہ پاک نے بنایا ہے نا۔۔میں کہاں غلط تھا۔۔۔امی بیمار رہنے لگی۔۔میں نوکری کی تلاش میں مارا مارا پھرنے لگا۔بہت سے لڑکے میرے ساتھ دوستی کرنا چاہتے تھے۔۔۔اور بہت سے غلط تعلقات بنانا چاہتے تھے۔۔۔۔میں تن سے خواجہ سرا تھا من سے ایک اچھا انسان۔میں ہر جھگڑا کرنے والے کو سمجھاتا۔۔پیار کا درس دیتا۔۔۔۔شاید لوگ میری باتوں کو مذاق سمجھتے۔

میں لوگوں کو بتاتا اپنا ضمیر بریانی کی پلیٹ پہ نہ بیچ دیا کرو۔۔ایک باشعور قوم بنو۔۔لیکن میری بات بے معنی ہوتی۔۔پھر ایک دن۔مجھے کچھ لڑکوں نے اغوا کر لیا۔میری آنکھوں میں آنسو نہیں خون ہے۔۔۔میں مغرب کی نماز پڑھ کر گھر آ رہا تھا۔مجھے اغوا کر لیا گیا۔۔وہ لڑکے میرے گاؤں کے تھے ساتھ کوئی اجنبی لڑکے بھی تھے۔۔مجھے گن دکھا ڈرایا گیا۔پھر مجھے کہنے لگے۔۔۔چل بلو رانی ڈانس کر۔میں سافٹ ویئر انجنیئر۔۔پڑھا لکھا۔۔انسے کہنے لگا پلیز میں ایسا نہیں ہوں مجھے چھوڑ دو ایک آگے بڑھا مجھے تھپڑ مار دیا۔گالی دے کر بولا ناچ ورنہ بہت برا حال کروں گا۔میرے ساتھ زبردستی کی۔۔مجھے زیادتی کا نشانہ بنایا۔۔۔۔میں چیختا چلاتا رہا۔.آخر۔میں اس معاشرے کا نشانہ بن گیا۔۔مجھے میرے گھر کے سامنے پھینک گئے۔۔میں رو رہا تھا۔۔گھر آیا۔۔امی کو آواز دی۔لیکن کب جانتا تھا ایک اور قیامت میری منتظر ہے۔۔۔امی کے پاس پہنچا۔۔امی سو رہی تھی۔جب امی کو بار بار آواز دی۔۔امی نے آنکھ نہ کھولی...میرا دل گھبرانے لگا۔۔پھر جب میری چیخیں بھی امی نہ سن سکی۔۔مجھ پہ قہر گزرا۔۔امید نیا سے چل بسی ہیں۔میں کس کو بتاتا مجھ پہ درد کا پہاڑ گرایا گیا ہے۔۔رونے لگا..محلے والے بھی آ گئے۔۔بہنوں کو بھی بلوا لیا۔۔میرا ایک سہارا تھا وہ بھی نہ رہا۔۔امی کو دفنایا۔۔بہنیں کچھ دن رہی اپنے اپنے گھر چلی گئی۔۔میں تنہا رہ گیا۔ایک سکول میں ٹیچنگ کرنے لگا۔لیکن ابھی مشکالات ختم کہاں ہوئی تھیں۔۔ان لڑکوں نے میری ویڈیو بنالی تھی۔۔وہ ویڈیو وائرل ہو چکی تھی۔۔میرا معاشرہ مجھے گندی گلیاں دینے لگا۔۔جنہوں نے میرے ساتھ یہ سب کیا وہ پارسا تھے۔۔ہاں پولیس کے پاس گیا تھا ان کی کمپلین کروانے۔۔۔لیکن۔۔۔کیا ہوا۔۔میے ساتھ زیادتی کرنے والا ایک پولیس والا بھی تو تھا نا۔مجھے سکول سے نکال دیا گیا۔۔یہاں تک کے مجھے گاؤں سے بھی نکال دیا۔۔نہ گھر نہ پیسہ نہ کوئی سہارا۔۔صرف اللہ ہی اللہ تھا۔۔اور ہ۔۔میں لڑکیوں کے کپڑے پہنے۔۔بازار میں بیٹھا ہوا تھا۔۔۔ایک خواجہ سرا بھیک مانگتے ہوئے میرے پاس آیا۔۔نی بہن یہاں کیوں بیٹھی ہے۔۔۔میں اس کی طرف دیکھ کر خاموش رہا....وہ کہنے لگا میرا نام شبنم ہے۔۔تم بھی ہماری برادری کی ہو نا۔۔میں نے چپ سادھ رکھی تھی۔۔۔شبنم نے میرا ہاتھ پکڑا۔۔۔ہائے میں مر جاؤں نی تم کو تو بخار ہے۔۔۔چل آ میرے ساتھ۔۔اس نے مجھے سہارا دیا۔۔مجھے چلنے کے لیئے کہا۔۔۔میں اسے کیا بتاتا میں دو دن سے بھوکا ہوں۔۔۔بھیک مانگنے کہ ہمت نہ تھی۔۔میرے کندھے پہ جو بیگ تھا اس میں میری سکول کالج یونورسٹی کی ڈگریاں تھیں۔۔اور دو دن سے بھوکا تھا۔۔۔اس نے کسی کو فون کیا۔نی باجی۔۔ایک اپنی برادری کا ملا ہے اس کی صحت خراب ہے جلدی آ۔۔مجھے کار میں بٹھا کر ایک گھر میں لے گئے۔۔۔گھر بہت خوبصورت تھا۔۔۔وہاں سب کے سب خواجہ سرا تھے۔۔سب میرے گرد جمع ہو گئے۔۔۔گرو بھی آیا...ہائے ماں صدقے جائے کیا ہوا میرے لال کو۔۔۔جانی پینو ڈاکٹر کو بلا کر لا۔۔۔میں نہ چاہتے ہوئے ان لوگوں میں پہنچ گیا تھا۔۔۔ڈاکٹر نے چیک اپ کیا مجھے انجیکشن لگایا.

میں نے بتایا میں بھوکا ہوں دو دن سے۔۔۔بہت دنوں بعد مزے کا کھانا کھا رہا تھا۔۔۔میں دیکھ رہا تھا۔سب میں بہت پیار تھا۔۔۔سب بہت خوش تھے۔۔گرو میرے پاس آ کر بیٹھی۔۔۔میری بچی کیا ہوا۔۔۔کہاں کی ہو۔میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔میں نے اپنا نام بتایا۔۔میرا نام سمیر ہے۔۔گرو نے پیار سے پوچھا کس کی چیلا ہے۔میں نہیں جانتا تھا چیلا کیا ہوتا ہے۔۔۔میں چپ رہا....گرو میرا سر دبانے لگی۔مجھے سب نے بہت پیار دیا میں حیران تھا۔۔۔یہ بھی انسان ہیں یہ بھی اللہ کے بنائے انسان ہیں۔۔۔یہ بھی اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔۔میں کچھ دن وہاں رہا۔۔گرو نے کہا بیٹی...جینے کے لیئے کچھ تو کرنا پڑے گا۔۔یہ لوگ بہت ظالم ہیں۔۔۔میں کہتی ہوں میری چیلا ہو جا۔۔میں کیا کرتا کہاں جاتا۔۔۔میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔۔میرے کانوں میں بالیاں ڈالی گئیں۔۔مجھے چیلا کر لیا۔۔میرے پیروں پہ گھنگرو باندھے۔۔۔میں بے بسی میں بے حال ہو گیا....میں نے بیگ سے ڈگری نکالی جس پہ لکھا تھا مسٹر سمیر سافٹ ویئر انجنیئر۔۔پیروں کی جانب دیکھا۔گھنگرو باندھے ہوئے۔۔مجھے ڈانس سکھانے لگے۔۔مجھے شادی بیاہ پہ ساتھ لے جاتے۔۔میں بہت خوبصورت تھا۔۔مجھے ناچنے کا کہا جاتا لیکن میں تھک جاتا تھا۔۔۔میرے پیروں میں درد ہوتا۔۔۔دوسرے سب خواجہ سرا میرا بہت خیال رکھتے۔میرے پاؤں تک دباتے تھے۔۔پھر آہستہ آہستہ میں اس دلدل میں ڈوبنے لگا۔۔۔میں ناچتا لوگ میرے اوپر پیسوں کی برسات کرتے۔۔۔لوگ مجھے رات کی آفر بھی کرتے میں انکار کر دیتا۔۔۔کبھی کبھی کسی شادی میں کوئی شراب پی کر ہم پہ تشدد بھی کرتا۔۔پیٹ کی خاطر سب کچھ برداشت کر جاتے۔۔۔رفتہ رفتہ میں مشہور ہونے لگا۔۔میں خواجہ سراؤں کی ٹاپ لسٹ میں شمار ہونے لگا۔۔۔لاکھوں روپے ایک پروگرام کے کمانے لگا۔۔میں کیا بننا چاہتا تھا لوگوں نے مجھے کیا بنا ڈالا۔جس گاؤں سے مجھے بدنام کر کے نکالا گیا تھا اسی گاؤں میں چوہدری کے بیٹے کی شادی میں مجھے لاکھوں روپے پہ بلوایا گیا مجھے کسی سیلیبریٹی کی طرح رکھا گیا۔۔میرے ساتھ تصاویر بنوائی سب نے۔۔وقت کیسے بدلا تھا....میں عزت کی زندگی جینا چاہتا تھا سب مجھے بدنام کرنے پہ تلے تھے۔۔میں بدنام ہوا تو سب عزت دینے لگے۔میرے سکول کالج کے دوست۔۔۔سب کہیں نہ کہیں سیٹل ہو چکے تھے۔۔۔میں مشہور خواجہ سرا بن گیا۔

میں گھنگرو پہنے گھنٹوں ناچتا رہتا۔۔لوگ مجھے دیکھ کر سیٹیاں بجاتے۔۔اور میرے ذہن میں میری پڑھائی چل رہی ہوتی تھی۔۔میں جو بھی تھا صاحب علم تھا۔سافٹ ویئر انجنیئر تھا اور ایک قابل طالبعلم تھا۔بس فرق یہ تھا معاشرے نے مجھے قبول نہیں کیا۔۔وہ مجھے ناچتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔۔اور مجھے ڈانسر بنا ہی دیا۔۔ایک دن میں ایک موبائل کی شاپ پہ کھڑا تھا۔۔وہاں ایک شخص لیپ ٹاپ لیئے پریشان تھا۔۔۔اس میں میرا بہت قیمتی ڈیٹا ہے۔۔۔کوئی بھی اسے ٹھیک نہیں کر پا رہا...میں نے اس شخص سے کہا سر کیا میں ایک بار ٹرائی کروں۔۔وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔۔۔واہ مشہور زمانہ خواجہ سرا میڈم پری۔۔۔کو کمپیوٹرز کا بھی علم ہے۔۔میں مسکرانے لگا۔جیسے ہی لیپ ٹاپ آن کیا۔۔مجھے پرابلم کی سمجھ آ گئی 20 منٹ میں ٹھیک کر دیا۔۔وہ شخص حیران تھا۔۔وہ خود بھی سافٹ ویئر انجنیئر تھا۔وہ میری قابلیت پہ رشک کرنے لگا۔۔۔میں کار میں بیٹھا چلا گیا۔۔۔رات کو مجھے شادی پہ جانا تھا ناچنے کے لیے۔میں تیار ہوا۔۔۔الماری سے اپنے سارے کاغذات نکالے۔۔رونے لگا۔۔۔ایک خواب جو مجھے تڑپاتا تھا۔۔میں ایک عزت کی پاکیزہ زندگی چاہتا تھا۔۔لیکن۔۔۔معاشرے نے مجھے گندگی میں دھکیل دیا۔۔۔مجھے یاد ہے اس رات میں بہت بیمار تھا 7 گھنٹے تک ناچتا رہا۔۔۔میرا بیمار ہونا کسی کو نظر نہیں آیا۔۔۔بس میرا ناچنا لوگ انجوائے کر رہے تھے۔۔پروگرام سے گھر گیا۔۔تھک چکا تھا۔۔۔موبائل پہ ایک میل آیا ہوا تھا۔۔۔مجھے یقین نہ ہو رہا تھا۔۔۔دو سال پہلے میں نے مائکروسافٹ کمپنی میں آنلائن انٹرویو دیا تھا۔۔۔انہوں نے مجھے جاب دینے کی آفر کی۔۔۔میں نے ان سے بات کی تو انہوں نے مجھے کینیڈا کا ویزہ آفر کیا۔۔۔میں رونے لگا۔۔۔میں چیخ چیخ کر رونے لگا۔۔۔میرا خواب پورا ہوا تھا۔سب میرے پاس آ گئے۔۔کیا ہوا پری۔۔میں نے آنسو صاف کیئے سب کو بتایا مجھے جاب مل گئی ہے۔سب بہت خوش ہوئے۔۔میں نے بال کٹوائے۔۔پھر سے سمیر بنا۔۔۔سب خواجہ سرا رو رہے تھے۔۔مجھے لاکھوں دعاؤں میں وداع کیا۔۔میں دو سال تک مائکروسافٹ میں کام کرتا رہا۔۔۔پاکستان کے حساب سے میری تنخواہ 11 لاکھ تھی۔۔۔میں بہت خوش تھا۔۔۔میری قابلیت دیکھ کر پانچ سال میں مجھے مینیجر ڈائریکٹر بنا دیا گیا۔۔۔میں حیران تھا۔۔۔ان لوگوں نے کیوں مجھے خواجہ سرا کہہ کر ریجیکٹ نہیں کیا۔۔۔یہ لوگ کیوں میری اتنی عزت کرتے ہیں۔۔ان لوگوں نے مجھے بڑا گھر گاڑی نوکر سب کچھ دیا ہے۔۔یہ لوگ مجھے کیوں نہیں

کہتے ناچنے کے لیئے۔۔۔یہ لوگ کیوں مجھے معاشرے کی گندگی نہیں سمجھتے۔۔۔ہر کوئی کیوں مجھے سر کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔۔۔پھر میں اپنے معاشرے کے بارے سوچنے لگا۔۔کتنی نفرت بھری ہے میرے معاشرے میں۔کس قدر جہالت میں ڈوبا ہوا ہے میرا معاشرہ۔۔۔میرا معاشرہ آزادی کی بجائے غلامی کو ترجیح دیتا ہے۔۔میں چیخ چیخ کر کہتا رہا مجھے اپنے ملک کے لیئے کچھ کرنا ہے۔۔میرا معاشرہ کہتا رہا تم۔کو کنجری بن کر ناچنا ہے بس۔۔۔میں سوچتا ہوں میں ہجڑا نہیں ہوں۔۔۔میرے معاشرے کا ہر فرد ہجڑا ہے۔۔۔جن کے ضمیر مردہ ہیں۔۔۔جن کا شعور مٹی کی خاک ہے۔۔جو اپنے حق کے لیئے نہ لڑ سکتے ہیں نہ آواز اٹھا سکتے ہیں۔جو قوم بریانی کی پلیٹ پہ اپنا ضمیر بیچ دے اس قوم کا مستقبل کیا ہوگا خود سوچیں۔۔۔آج کا مینجر ڈائریکٹر چیخ چیخ کر کہتا رہا مجھے آنے والی نسل کے لیئے کچھ کرنے دو۔میرے پیروں پہ گھنگرو باندھ کر مجھے کنجری بنا کر نچواتے رہے۔۔انگلش قوم اس لیئے کامیاب ہے کہ ایک خواجہ سرا کو عزت دے کر اس کی قابلیت دیکھ کر مینجر ڈائریکٹر بنا دیا۔۔

اور میرے معاشرے نے ایک سافٹ ویئر انجینئر کو خواجہ سرا بنا دیا۔چھوٹی چھوٹی بات پہ جانوروں کی طرح خون بہانے والی قوم خدارا خدارا ہوش میں آجائیں۔۔میرے ساتھ کیا ہوا مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں بس میں اپنے معاشرے کی ترجیحات بتا رہا ہوں۔۔خواجہ سرا بھی انسان ہے۔۔اسے اپنے معاشرے میں جگہ دیں۔۔اسے صرف ناچنے والا نہ سمجھیں سکول کالج گلی محلے میں اگر کوئی بچہ ایسا ہے تو اس کی ہمت بنیں نہ کہ اس پہ طنز کریں۔۔لنگڑے کو لنگڑا کہنا اندھے کو اندھا خواجہ سرا کو ہجڑا کہنے کی بجائے ان کے اصل نام سے مخاطب کریں۔اللہ جسے چاہے ویسا بنا دے۔۔اگر آپ کو ہی اللہ کوئی موذی بیماری میں مبتلا کر دے تو آپکا کیا زور ہے اس پہ۔۔۔یاد رکھیں باضمیر قومیں اتحاس لکھتی ہیں۔۔۔کسی خواجہ سرا کو مینجر ڈائریکٹر بنا کر۔۔۔چائے کی پیالی پہ ایمان بیچنے والی قومیں صفحہ ہستی سے مٹا دی جاتی ہیں۔۔ایک صاحب علم سمیر کو خواجہ سرا بنا کر۔۔۔آخر ہم۔کیوں اتنے بے رحم بن گئے ہیں آخر ہم کیوں فتنوں میں ڈوب گئے۔۔آپ سب کے لیئے ایک سوال چھوڑ کر جا رہا ہوں۔۔کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت اور رحم دلی کا حکم نہیں دیا۔۔۔اگر دیا ہے تو آپ خود کو کیسے مسلمان کہہ سکتے ہیں نفرتیں پھیلا کر؟ مسلمان تو محبت کا دریا۔

سچ کڑوا ہوتا ہے

رجل خوشاب

ولی خان بابا نے فرمایا کہ میں جنزل ضیاء کے تعزیت میں شرکت کرنے کے لیئے گیا تو وہاں ایک مولوی صاحب مجھے دیکھتے ہی پوچھنے لگے کہ خان صاحب آپ نے ضیاء صاحب کے جنازے میں شرکت کی میں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے شرکت کی اس لیے کہ باچا خان کے جنازے میں ضیاء نے شرکت کی مگر ساتھ ہی میرے منہ سے نکلا کہ پتہ نہیں میں نے جنزل ضیاء کا جنازہ پڑھا یا امریکن سفیر رابن رافیل کا میری یہ بات مولوی صاحب کو بہت بری لگی کہنے لگے آپ ایک مومن مسلمان کے بارے میں ایسی بات کر رہے وہ تو جنتی تھا میں نے پوچھا مولوی صاحب ہم نے تو سنا تھا کہ دوزخ اور جنت کے فیصلے کا اختیار تو صرف اللہ کے پاس ہے مگر آپ کا مرتبہ میرے خیال میں خدا سے بھی زیادہ ہے جو اس کو یہاں سے جنت کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہو آپ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ جنتی تھا۔

مولوی صاحب کہنے لگے کہ اس کے جنازے میں 10 لاکھ لوگوں نے شرکت کی ہے۔اس پر میں نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا اگر کسی کے جنازے میں 10 لاکھ لوگ شرکت کرے تو وہ جنتی بن جاتا ہے تو مولوی صاحب نے جواب دیا ہاں بالکل جس پر میں نے کہا کہ پھر تو پچھلے سال میں اندرا گاندھی کے جنازے پر گیا تھا وہاں تو 30 لاکھ تھے تو مولوی صاحب کہنے لگے کہ تم اس ہندو کی بات کرتے ہو اس کو آپ کے سامنے نہیں جلایا گیا۔میں نے جواب دیا کہ بالکل مگر جنزل ضیاء کو بھی تو میرے سامنے جلایا گیا سی ون تھرٹی جہاز میں 30 ہزار گیلن پٹرول ہوتی ہے اور اس کو آگ لگا کر ان تیس افراد کو اس آگ میں ڈال دیا گیا۔جس میں سب کچھ مکس ہو گیا اب میں کیسے کہہ دوں کہ میں نے جنزل ضیاء کی نماز جنازہ ادا کی یا امریکن سفیر کی یہ بات سنتے ہی مولوی صاحب بھاگ گیا۔ولی خان کی یادداشتیں۔

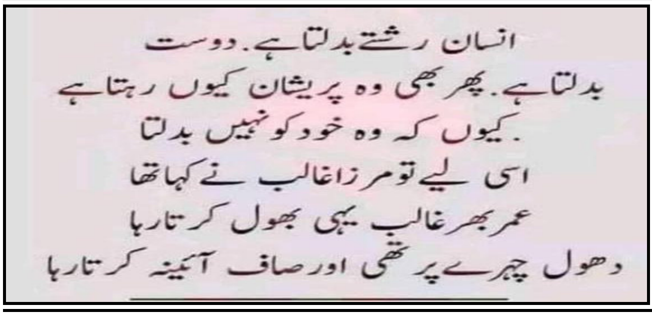
انسان رشتے بدلتا ہے۔ دوست
بدلتا ہے۔ پھر بھی وہ پریشان کیوں رہتا ہے
۔کیوں کہ وہ خود کو نہیں بدلتا
اسی لیے تو مرزا غالب نے کہا تھا
عمر بھر غالب یہی بھول کرتا رہا
دھول چہرے پر تھی اور صاف آئینہ کرتا رہا

سائنس فکشن کارنامہ

مصنف: خالد بشیر تلگامی

مجھے فخر تھا کہ میں ڈاکٹر بھاسکر جیسے عالمی شہرت یافتہ سائنس داں کا اسسٹنٹ بن گیا۔ میرے لئے یہ معمولی بات نہیں تھی۔ اٹھارہ امیدواروں میں سے انہوں نے مجھے منتخب کیا تھا۔ کمپیوٹر سائنس میں میری ماسٹر ڈگری کام آگئی۔ ماہرینِ تعلیم کہتے ہیں نہ کہ تعلیم کبھی بیکار نہیں جاتی۔ یہ بات میرے لئے سچ ثابت ہوئی۔ کئی مہینوں سے میں ملازمت کی تلاش میں تھا۔ نہیں مل رہی تھی، اور ملی تو اتنی شاندار! ڈاکٹر بھاسکر کی اپنی وسیع وعریض لیباریٹری تھی، جس میں وہ دن رات کام کرتے۔ طرح طرح کے تجربے اور نت نئی ایجادات کرتے۔ وہ کئی کارآمد چیزوں کی ایجاد کر چکے تھے۔ ان میں سب سے اہم وہ مائیکروڈرون تھا جو کسی کو نظر نہیں آسکتا لیکن وہ سب کی تصویریں اپنے لینس کی مدد سے اتار سکتا ہے۔ ان کو حکومت کا ہر طرح کا تعاون اور تحفظ حاصل تھا۔

اُن دنوں وہ ایک ایسی مشین بنانا چاہتے تھے جو انسانوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ٹرانسمٹ کر سکے۔ بس مشین کے اندر کسی شخص کو بٹھایا، بٹن دبایا اور چند سکنڈ میں وہ بھارت سے لندن پہنچ جائے۔ جس طرح ٹیلی ویژن میں تصویریں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہیں۔ روزانہ صبح میں ناشتے کے بعد وہ اپنی میز پر مشین بنانے کا ڈائیگرام پھیلا دیتے اور گھنٹہ دو گھنٹہ غور وفکر کرتے۔ کبھی مجھ سے سوال کرتے، کبھی مجھے بتاتے سمجھاتے۔ اس کے بعد ہی لیب میں دوسرے پروجیکٹ پر کام ہوتا۔ ہفتوں بس ڈائیگرام پر غور وخوض ہوتا رہا، لیکن ابھی تک مشین بنانے کی طرف انہوں نے پیش رفت نہیں کی تھی۔ صرف ہم دونوں ہی ڈائیگرام پر مغزماری نہیں کرتے تھے بلکہ ڈاکٹر کی اکلوتی حسین بیٹی بھی لیب میں موجود رہتی۔ وہ ہماری گفتگو میں بہت کم حصہ لیتی۔ جب ڈاکٹر اس سے کوئی سوال کرتے تبھی وہ جواب دیتی، ورنہ خاموش رہتی۔ اتنے وسیع وعریض مکان میں صرف دونوں باپ بیٹی رہتے۔ ڈاکٹر بھاسکر کی اہلیہ کئی برس پہلے داغِ مفارقت دی گئی تھیں۔ میں شروع شروع میں اس حسینہ کو ان کی اسسٹنٹ سمجھا تھا۔ لیکن ایک دن ڈاکٹر نے دورانِ گفتگو بتایا تھا کہ وہ ان کی بیٹی ہے۔

وہ انتہائی حسین تھی۔ گورا رنگ، سیاہ گھنے اور لمبے بال، مرمریں سراپا، بلوریں آنکھیں، پتلے پتلے نازک ہونٹ، آواز میں چاندی کی کھنک۔ جو دیکھے تو دیکھتا ہی رہ جائے۔ چونکہ وہ ڈاکٹر کی بیٹی تھی اس لئے کبھی میں نے اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن اس کو دیکھتے ہی میرے دل میں کچھ کچھ ہونے لگتا۔ اس کا اصل نام کیا تھا یہ آج تک مجھے نہیں معلوم ہو سکا۔ ایک بار میں نے ڈاکٹر بھاسکر سے پوچھا تو انہوں نے مسکرا کر کہا تھا۔ ”نام؟۔ جو نام تمہیں پسند ہو، وہ رکھ دو۔“ اپنی بیٹی کے لئے ایسے بے تکلفانہ جواب کی امید نہیں تھی۔ میں نے گھبرا کر بیٹی کی طرف دیکھا۔ اس نے بھی میری طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”جی ہاں مسٹر راہل!۔ آپ میرا جو نام رکھنا چاہیں رکھ لیں۔ ڈیڈی کو اعتراض نہیں تو مجھے بھی نہیں ہے۔“ اس کی دلکش مسکراہٹ پر میں ہلاک ہوتے ہوتے بچا تھا۔ میں نے ہکلاتے ہوئے کہا تھا۔ ”مسکان کیسا نام رہے گا؟“ اس نے بڑے ناز وانداز سے کہا تھا۔ ”اگر آپ کو یہ نام پسند ہے تو میں آج سے اپنے لئے یہی نام رکھ لیتی ہوں“۔ اور میں اس کی اس ادا پر سو جان سے فدا ہو گیا۔ اس واقعے کے بعد سے اکثر میں اس سے باتیں کرنے کے بہانے تلاش کرتا رہتا۔ لیکن ڈاکٹر بھاسکر کی موجودگی میں محتاط رہتا۔ اور تنہائی تو بہت کم نصیب ہوتی۔ مسکان بہت ذہین اور پھرتیلی تھی۔ ڈاکٹر بھاسکر کی کئی الماریوں میں سینکڑوں فائلیں تھیں۔ وہ جب کبھی مجھے کسی خاص فائل نکالنے کے لئے کہتے تو مجھے کم از کم دس بارہ منٹ لگتے لیکن مسکان بہ مشکل تیس چالیس سکنڈ میں یہ کام کر دیتی۔ دھیرے دھیرے میں مسکان کا گرویدہ ہوتا گیا۔ میں اسے ”آپ“ کہہ کر پکارتا لیکن وہ مجھے ہمیشہ ”مسٹر راہل“ ہی کہہ کر مخاطب کرتی۔ میرے دل میں یہ تمنا رہتی کہ وہ مجھے ”راہل“ یا ”ڈیر راہل“ کہہ کر بلائے لیکن یہ تمنا بس تمنا ہی رہی۔ جب مسکان سے میرا لگاؤ حد سے زیادہ ہو گیا تو ایک دن میں نے اس سے کہا۔ ”آپ ہمیشہ گھر پر ہی رہتی ہیں۔۔ کبھی گھر سے باہر جاتے نہیں دیکھا۔ کیا آج میرے ساتھ پارک گھومنے چلیں گی؟“ ”اس نے بڑے ہی دلنواز انداز میں میری طرف دیکھ کر کہا۔ ”تو مسٹر راہل! آپ مجھے پارک گھمانے کا شوق رکھتے ہیں؟“

اس کا یہ سوال بڑے عجیب کا انداز کا تھا۔ میں نے ہمت جُٹا کر کہا۔ ”جی ہاں!۔۔ بہت دنوں سے خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ کبھی باہر کی سیر کروں۔۔ آزادی سے گھوموں پھروں۔۔“ ”اچھا تو آپ ڈیڈی سے اجازت لے لیں۔“ ”واہ!“ میں دل ہی دل میں بہت خوش ہو گیا۔ اور جب

ڈاکٹر بھاسکر سے اجازت طلب کی تو انہوں نے بلاتکلف اجازت دے دی۔اس دن ہم ڈاکٹر کی کار میں جوبلی پارک گھومنے گئے۔کار وہی چلا رہی تھی۔میں اپنے آپ پر بے انتہا افتخار محسوس کر رہا تھا کیوں کہ میرے ساتھ شاید دنیا کی سب سے حسین دوشیزہ تھی۔پارک میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو اسے گھور گھور کر نہ دیکھتا ہو۔اور وہ سبھی کی آنکھوں سے بے نیاز، میرے ساتھ نپے تلے قدم رکھتی ہوئی میرے ساتھ چل رہی تھی۔اس کی چال بھی عام لڑکیوں سے الگ تھی۔ویسی چال میں نے آج تک کسی لڑکی کی نہیں دیکھی تھی۔سفید سوٹ اور کالے دوپٹے میں اس کا حسن نکھرا ہوا تھا۔ٹہلتے ٹہلتے میں نے اس کا ہاتھ پکڑنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس نے فوراً کہا۔''نہیں مسٹر راہل۔۔۔یہ ٹھیک نہیں ہے۔۔۔پبلک پلیس میں آپ کو اس سے پرہیز کرنا چاہے۔'' پھر میری ہمت نہیں ہوئی اس سے بے تکلف ہونے کی۔شام ڈھلنے والی تھی۔میں نے پارک کے ریسٹورنٹ میں اسے کافی اور اسنیک کی دعوت دی جسے اس نے مسکرا کر ٹھکرا دیا۔''نہیں مسٹر راہل!۔۔۔میں یہ سب چیزیں نہیں کھاتی پیتی۔۔۔آپ کی خواہش ہے تو آپ کھا پی لیں۔'' دھت تیری کی! یہ کیسی حسینہ ہے جو چاہنے والے کی ہر پیشکش کو ٹھکرا دے رہی ہے۔میں دل برداشتہ ہو گیا اور جلد ہی واپس آ گیا۔ مسکان کو لیب میں چھوڑ کر بوجھل قدموں سے گھر آ گیا۔میری محبت کا جواب اس کی طرف سے نہیں مل رہا تھا۔لیکن میرے لئے یہ کم نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ باہر جانے کے لئے تیار ہو جاتی تھی۔ڈاکٹر بھاسکر کو بھی کبھی اعتراض نہیں ہوتا تھا۔ایک شام پھر ہم دونوں پارک میں گھوم رہے تھے کہ چار لفنگوں نے مسکان کو چھیڑنا شروع کر دیا۔پہلے تو اس نے ان کی باتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا، اطمینان سے ٹہلتی رہی۔میں نے احتجاج کیا تو اس نے مجھے سمجھایا کہ ایسے لفنگوں کے منہ نہیں لگتے۔لیکن جب ان غنڈوں کی باتیں ناقابل برداشت ہو گئیں تو اس نے بڑی نرمی سے سمجھایا۔''تم لوگوں کی یہ حرکتیں بڑی مہنگی پڑ سکتی ہیں۔۔۔مجھے تم معمولی لڑکی سمجھنے کی غلطی نہ کرنا۔۔۔میرے دوست مسٹر راہل بھی مجھ سے بے تکلف ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے۔'' لیکن غنڈوں پر مسکان کی باتوں کا اثر نہیں ہوا۔ایک نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا کہ بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اس نے جوڈو کا ایسا ہاتھ مارا کہ وہ پل بھر میں چاروں خانے چت ہو گیا۔دیکھتے دیکھتے ہی بھیڑ جمع ہو گئی۔بقیہ غنڈے اس پر حملہ کرنے کے لئے لپکے ہی تھے کہ اس نے مجھے الگ ہی رہنے کو کہا اور مارشل آرٹ کا ایسا مظاہرہ کیا سبھی غنڈے دھول چاٹنے لگے۔ چاروں اس طرح ہاتھ پیر پٹک رہے تھے جیسے ان پر تشنج طاری ہو گیا ہے۔ میں اس سچویشن پر تھر تھر کانپنے لگا لیکن مسکان بالکل نارمل تھی۔پوری بھیڑ اس کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔کچھ لوگ تو کھل کر اس کی بہادری کی تعریف کر رہے تھے۔اور اس نے ان سب سے بے نیاز، مجھ سے بڑے اطمینان سے کہا۔'' چلئے مسٹر راہل!۔۔۔گھر چلتے ہیں۔۔۔یہ سب تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔۔تشویش کی کوئی بات نہیں۔''میں نے اس حادثے کا ذکر ڈاکٹر بھاسکر سے اس ڈر سے نہیں کیا کہ آئندہ اس کے ساتھ باہر جانے کا موقع نہیں ملے گا۔اور میرا خیال ہے مسکان نے بھی نہیں کیا ورنہ وہ ضرور مجھ سے دریافت کرتے۔تین چار مہینے ہو گئے مجھے ڈاکٹر بھاسکر کے لیب میں کام کرتے ہوئے۔ایک دن انہوں نے کہا۔''راہل!۔۔۔میں ایک سائنس کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے دارالحکومت جا رہا ہوں۔۔۔چار پانچ دنوں کے لئے۔۔۔ایسا کرو، تم دن بھر چاہے جہاں رہو لیکن رات یہیں میرے گھر پر رہنا۔۔۔نہیں تو مسکان اکیلی رہ جائے گی۔۔۔تم کو اس کا خیال رکھنا ہے۔'' انہوں نے چابیوں کا ایک گچھا میری طرف بڑھایا۔میں حیرت سے ڈاکٹر کو دیکھنے لگا۔ان کے چہرے پر اطمینان تھا۔پھر میں نے مسکان کی طرف دیکھا۔اس نے بھی میری طرف اسی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا جس کی وجہ سے میں نے اس کا نام مسکان رکھا تھا۔اس نے کچھ کہا نہیں، بس سر ہلا کر اپنے ڈیڈی کی تائید کی۔میرے دل میں تو لڈو پھوٹنے لگے۔دن بھر کہیں کیوں رہوں گا؟ یہیں لیب میں مسکان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاروں گا۔پتا نہیں پھر ایسا سنہرا موقع ملے گا کہ نہیں۔اس دن دوپہر کی فلائٹ سے ڈاکٹر بھاسکر دارالحکومت کے لئے پرواز کر گئے۔ان کے جانے کے بعد شام ڈھلے تک میں لیب میں رہا۔اور جب تک رہا مسکان کا لیب میں آنا نہیں ہوا۔میں نے یہ بات اکثر نوٹ کی تھی کہ مسکان لیب میں تبھی آتی ہے جب ڈاکٹر بھاسکر بھی ہوں۔پتا نہیں مکان کے کس حصے میں تھی۔کیا کر رہی تھی، سو رہی تھی یا جاگ رہی تھی؟ کچھ معلوم نہ تھا۔میری ہمت نہیں ہوئی کہ لیب سے باہر جا کر مکان میں اسے تلاش کروں ۔اگر ضرورت سمجھے گی تو خود ہی لیب میں آ جائے گی۔لیکن اس کی غیر موجودگی

مجھے بری طرح کھل رہی تھی۔شام ڈھلنے کے بعد لیب کو مقفل کر کے میں کھانا کھانے اپنے گھر آ گیا۔کھانے کے دوران ہی ڈاکٹر بھاسکر کا فون آیا کہ وہ منزل تک پہنچ گئے ہیں۔انہوں نے ہدایت کی کہ میں جلد سے جلد لیب پہنچنے کی کوشش کروں کیونکہ وہاں مسکان اکیلی ہے۔میں نے انہیں تسلی دی کہ فوراً روانہ ہو رہا ہوں۔

ڈاکٹر بھاسکر کے مکان کا مین گیٹ کھولا، پھر لیب کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔لیب میں مسکان نہیں تھی۔اب میرے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ اسے تلاش کروں ورنہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری کیسے نبھاؤں گا۔میں اسے مکان کے دوسرے حصوں میں تلاش کرنے لگا۔آخر کار وہ ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھی ہوئی مل گئی۔”ہیلو مسکان!۔۔۔میں کب سے آپ کا انتظار لیب میں کر رہا تھا۔۔۔آج دن میں بھی آپ نے لیب میں قدم نہیں رکھا۔“ میں نے پیار سے کہا۔لیکن وہ خاموش رہی۔نہ آنکھ اٹھا کر دیکھا نہ مسکرائی۔ ایسا لگا جیسے کسی دیوی کی مورتی رکھی ہو۔میں نے دو تین بار اس کا نام لے کر پکارا لیکن اس کے جسم میں جنبش تک نہ ہوئی۔مجبوراً میں نے اس کے قریب پہنچ کر اس کے کندھے کو پکڑ کر ہلانا چاہا کہ میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔”ارے یہ کیا؟“ پھر میں جلدی جلدی اس کا جسم ٹٹولنے لگا اور بڑبڑایا۔”یہ تو بے جان ہو گئی۔“ مجھ پر وحشت طاری ہو گئی۔میں جلدی سے اس کمرے سے نکل کر لیب کی طرف بھاگا اور اسی وحشت کے عالم میں لینڈ لائن پر ڈاکٹر کو فون کیا۔”کیا بات ہے راہل؟۔۔۔اچانک فون۔۔۔اور تم اتنا گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟“”سر۔۔۔سر۔۔۔وہ۔۔۔وہ۔۔۔ مسکان۔۔۔بے جان۔۔۔۔“اچانک ڈاکٹر بھاسکر کا قہقہہ سنائی دیا پھر آواز آئی۔”مسکان۔۔۔بے جان۔۔۔تم تو شاعری کرنے لگے۔۔۔تم نے کیا سمجھا تھا۔۔۔ایک باپ اپنی جوان بیٹی کو اپنے جوان اسسٹنٹ کے ساتھ خالی مکان میں تنہا چھوڑ دیتا؟“”لیکن سر!۔۔۔کبھی اس کا احساس تک نہیں ہوا۔“میری آواز میں اداسی تھی۔ادھر سے ڈاکٹر کی آواز آئی۔”لگتا ہے تم اس سے دل لگا بیٹھے تھے۔۔۔اسی لئے تمہاری آواز میں اتنی اداسی ہے۔۔۔ہاں، یہی تو میرا کمال ہے۔۔۔کیا تمہیں میرا یہ کارنامہ پسند نہیں آیا؟“”بہت زیادہ سر۔۔۔لیکن سر پلیز۔۔۔آپ ایک کارنامہ اور کیجئے سر۔۔۔اس روبوٹ کو میرے لئے زندہ جاوید کر دیجئے۔“میں نے کہا اور بوجھل ہاتھوں سے فون کا ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

کتاب: جمع الجواہر فی الحُصری

عربی سے ترجمہ: بقلم فردوس جمال!!

دو عورتیں قاضی ابن ابی لیلی کی عدالت میں پہنچ گئیں، یہ اپنے زمانے کے مشہور و معروف قاضی تھے۔قاضی نے پوچھا تم دونوں میں سے کس نے بات پہلے کرنی ہے؟ان میں سے بڑی عمر والی خاتون نے دوسری سے کہا تم اپنی بات قاضی صاحب کے آگے رکھو۔وہ کہنے لگی قاضی صاحب یہ میری پھوپھی ہے میں اسے امی کہتی ہوں چونکہ میرے والد کے انتقال کے بعد اسی نے میری پرورش کی ہے یہاں تک کہ میں جوان ہو گئی۔قاضی نے پوچھا اس کے بعد؟ وہ کہنے لگی پھر میرے چچا کے بیٹے نے منگنی کا پیغام بھیجا انہوں نے ان سے میری شادی کر دی، میری شادی کو کئی سال گزر گئے ازدواجی زندگی خوب گزر رہی تھی ایک دن میری یہ پھوپھی میرے گھر آئی اور میرے شوہر کو اپنی بیٹی سے دوسری شادی کی آفر کی، ساتھ یہ شرط رکھ دی کہ پہلی بیوی (یعنی میں) کا معاملہ پھوپھی کے ہاتھ میں سونپ دے، میرے شوہر نے کنواری دوشیزہ سے شادی کے چکر میں شرط مان لی میرے شوہر کی دوسری شادی ہوئی شادی کی رات کو میری پھوپھی میرے پاس آئی اور مجھ سے کہا تمہارے شوہر کے ساتھ میں نے اپنی بیٹی بیاہ دی ہے تمہارا شوہر نے تمہارا معاملہ میرے ہاتھ سونپ دیا ہے میں تجھے تیرے شوہر کی وکالت کرتے ہوئے طلاق دیتی ہوں۔

جج صاحب میری طلاق ہو گئی۔کچھ عرصے بعد میری پھوپھی کا شوہر سفر سے تھکے ہارے پہنچ گیا وہ ایک شاعر اور حسن پرست انسان تھے میں بن سنور کر اس کے آگے بیٹھ گئی اور ان سے کہا کیا آپ مجھ سے شادی کریں گے؟اسکی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا اس نے فوری ہاں کر دی، میں نے ان کے سامنے شرط رکھ لی کہ آپ کی پہلی بیوی (یعنی میری پھوپھی) کا معاملہ میرے ہاتھ سونپ دیں اس نے ایسا ہی کیا میں نے پھوپھی کے شوہر سے شادی کر لی اور اس کے شوہر کی وکالت کرتے ہوئے اسے طلاق دے ڈالی۔قاضی حیرت سے پھر؟ وہ کہنے لگی قاضی صاحب کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی۔کچھ عرصہ بعد میرے اس شاعر شوہر کا انتقال ہوا میری یہ پھوپھی وراثت کا مطالبہ کرتے پہنچ گئی میں نے ان سے کہا کہ میرے شوہر نے تمہیں اپنی زندگی میں طلاق دی تھی اب وراثت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے، جھگڑا طول پکڑا اس دوران میری عدت بھی گزر گئی ایک دن میری یہ پھوپھی اپنی بیٹی اور داماد (میرا سابقہ شوہر) کو لیکر میرے گھر آئی اور وراثت

کے جھگڑے میں میرے اسی سابق شوہر کو ثالث بنایا اس نے مجھے کئی سالوں بعد دیکھا تھا مرد اپنی پہلی محبت نہیں بھولتا ہے چنانچہ مجھ سے یوں مل کر اس کی پہلی محبت نے انگڑائی لی میں نے ان سے کہا کیا پھر مجھ سے شادی کرو گے؟ اس نے ہاں کر دی میں نے ان کے سامنے شرط رکھ لی کہ اپنی پہلی بیوی (میری پھوپھی کی بیٹی) کا معاملہ میرے ہاتھ میں دیں، اس نے ایسا ہی کیا۔ میں نے اپنے سابق شوہر سے شادی کر لی اور اس کی بیوی کو شوہر کی وکالت کرتے ہوئے طلاق دے دی۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ سر پکڑ کر بیٹھ گئے پھر پوچھا کہ اس کیس میں اب مسئلہ کیا ہے؟ میری پھوپھی کہنے لگی: قاضی صاحب کیا یہ حرام نہیں کہ میں اور میری بیٹی دونوں کی یہ لڑکی طلاق کروا چکی پھر میرا شوہر اور میری بیٹی کا شوہر بھی لے اُڑی اسی پر بس نہیں دونوں شوہروں کی وراثت بھی اپنے نام کر لیا۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ کہنے لگے: مجھے تو اس کیس میں حرام کہیں نظر نہیں آیا، طلاق بھی جائز ہے، وکالت بھی جائز ہے، طلاق کے بعد بیوی سابقہ شوہر کے پاس دوبارہ جا سکتی ہے بشرط یہ کہ درمیان میں کسی اور سے اس کی شادی ہو کر طلاق یا شوہر فوت ہوا ہو تمہاری کہانی میں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ اس کے بعد قاضی نے خلیفہ منصور کو یہ واقعہ سنایا خلیفہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے اور کہا کہ جو کوئی اپنے بھائی کیلئے گڑھا کھودے گا خود اس گڑھے میں گرے گا یہ بڑھیا تو گڑھے کی بجائے گہرے سمندر میں گر گئی۔

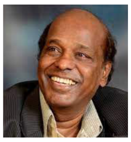

راحت اندوری

آنکھ میں پانی رکھو ہونٹوں پہ چنگاری رکھو
زندہ رہنا ہے تو ترکیبیں بہت ساری رکھو
راہ کے پتھر سے بڑھ کر کچھ نہیں ہیں منزلیں
راستے آواز دیتے ہیں سفر جاری رکھو
ایک ہی ندی کے ہیں یہ دو کنارے دوستو
دوستانہ زندگی سے موت سے یاری رکھو
آتے جاتے پل یہ کہتے ہیں ہمارے کان میں
کوچ کا اعلان ہونے کو ہے تیاری رکھو
یہ ضروری ہے کہ آنکھوں کا بھرم قائم رہے
نیند رکھو یا نہ رکھو خواب معیاری رکھو
یہ ہوائیں اڑ نہ جائیں لے کے کاغذ کا بدن
دوستو مجھ پر کوئی پتھر ذرا بھاری رکھو
لے تو آئے شاعری بازار میں راحتؔ میاں
کیا ضروری ہے کہ لہجے کو بھی بازاری رکھو

نہلے پر دہلہ

رجل خوشاب

کسی گاؤں میں ایک پہلوان رہتا تھا۔۔اپنے علاقے کا بہت مشہور اور جانا مانا۔۔۔اسکی ایک ہی بیٹی تھی۔۔۔بہت لاڈ اور پیار سے پالی۔خوبصورت اور نازک سی۔بیٹی جوان ہوئی تو اسکی شادی کی فکر ہوئی۔ چونکہ پہلوان تھا۔اسلیئے بیٹی کے لیئے ایک پہلوان ہی پسند آیا۔۔اونچا لمبا تنے ہوئے بدن کا مالک۔۔گھنی موچھوں والا۔گھبرو۔زمیندار۔۔نازوں پلی بیٹی وداع کر دی۔چھے ماہ بھی نا گزرے تھے کہ پہلوان داماد نے بیٹی کو مار پیٹ کر نکال دیا۔۔۔کہ گھر کا کوئی کام نہیں آتا اسے۔۔باپ کا دل بہت رنجیدہ ہوا۔مگر کسی کو کچھ نا کہا۔کہ فضول میں تماشا بنے گا۔۔بیوی سے کہا کہ اسے ہر چیز سکھاؤ۔جو گھرداری کے لیئے ضروری ہوتی۔ماں نے بیٹی کو جھاڑو پوچا۔کھانا پکانا۔سب سیکھایا۔۔چند ماہ بعد صلح صفائی ہوئی۔۔۔داماد کو بلایا۔۔۔معافی مانگی کہ شرمندہ ہیں لاڈ پیار میں گھرداری نا سیکھائی۔چھ ماہ نا گزرے۔۔بیٹی پھر مار کھا کر میکے واپس آ گئی۔۔۔کہ کوئی سینا پرونا نہیں آتا۔۔۔پھر پہلوان بہت دکھی ہوا۔۔۔پھر بیوی کو کہا اسے سینا پرونا سیکھاؤ۔بیوی نے سلائی کڑھائی۔۔گوٹا کناری۔رضائیاں بچھائیاں۔یہاں تک کے پراندے اور ازار بندھ بھی سیکھائے۔پھر داماد کو بلایا۔۔غلطی کی معافی مانگی۔اور بیٹی رخصت کی۔۔پھر چند ماہ گزرے۔بیٹی پھر نیل و نیل۔مار کھا کر میکے واپس۔کہ کھیت کھلیان نہیں سنبھال سکتی میرے ساتھ۔۔گائے بھینسوں کا دودھ دوہنا نہیں آتا۔۔پہلوان بہت ہی دکھی۔رنجیدہ۔یااللہ کیسا نصیب ہے بیٹی کا۔۔خیر۔بڑی عزت تھی زمانے میں۔۔خاموش رہا۔۔بیٹی کو ساتھ لے جاتا کھیتیء باڑی کے کام سیکھائے۔اور ایک بار پھر بیٹی بہت دعاؤں کے ساتھ رُخصت کی۔پھر چند دن گزرے۔۔پھر بیٹی روتی میکے۔۔۔پہلوان نے سوال کیا بیٹی اب کیا ماجرہ ہوا۔کہنے لگی میرا شوہر کہتا ہے تو آٹا گوندھتے ہوئے ہلتی بہت ہے۔پہلوان کو اب ساری بات سمجھ میں آ گئی۔۔۔اس کے داماد کو عادت پڑھ چکی تھی مارنے کی اور لت لگ گئی تھی بیوی پہ رُعب جمانے کی۔کہنے لگا بیٹی۔میں تجھے سب سیکھایا۔مگر یہ نہیں سیکھایا کہ تو بیٹی کس کی ہے۔۔بیٹی حیران ہوئی۔۔مگر کچھ نا سمجھی۔چند دن بعد داماد پہلوان کو احساس ہوا کہ بہت عرصہ گزر نہ سسر نے

معافی مانگی نہ بیٹی واپس بھیجی۔۔خیر خبر لینے سسرال کے گھر گیا۔سسر نے دروازے پہ روک لیا اور کہا۔انہی پیروں پہ واپس چلا جا۔۔آج کی تاریخ یاد رکھ لے۔پورے دوسال بعد آنا اور آکر بیوی لے جانا۔اگر اس سے پہلے مجھے تو یہاں نظر آیا تو ٹانگیں تڑوا کر واپس بھیجوں گا۔۔داماد کو فکر ہوئی۔۔مگر انا آڑھے آئی۔۔اور لوٹ گیا۔۔دن گزرتے رہے۔پہلوان بیٹی کو منہ اندھیرے کھیتوں میں لے جاتا۔اور سورج نکلنے پر گھر بھیجتا۔۔بیوی نے بارہا پوچھا مگر یہ راز نا کھلا۔دوسال گزر گئے۔داماد بیٹی کو لینے آیا۔۔باپ نے خوشی خوشی رُخصت کی۔۔چند دن گزرے۔پہلوان داماد نے عادت سے مجبور۔چیخنا چلانا شروع کردیا اور مارنے کے لیئے بیوی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔بیوی نے کسی منجھے ہوئے پہلوان کی طرح شوہر کو بازو سے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔۔اور کہا۔تو جانتا ہے نا میں بیٹی کس کی ہوں۔۔وہ سمجھ گیا کہ اب کی بار دوسال میں باپ نے بیٹی کو کیا سیکھا کر بھیجا ہیا ور اسکے بعد پہلوان کو دوبارہ بیوی سے اونچی آواز میں بات کرتے نہیں دیکھا گیا۔۔اور بیٹی کبھی دوبارہ مار کھا کر میکے نہیں آئی۔باپ نے بیٹی کو کیا سیکھایا۔۔آپ بھی جان گئے ہوں گے۔۔ہر چیز ماں کے سیکھانے کی نہیں ہوتی۔۔کچھ باتیں کچھ اعتماد باپ بھی بیٹیوں میں لاتا ہے۔۔اس لیئے میں سمجھتی ہوں جو دور جا رہا ہے۔اسمیں بیٹیوں کو اپنی حفاظت کرنا۔ضرور سکھانا چاہیے۔

عبدالکریم قدسی

میرے دیس دا واسی بھاویں پینڈو یا شہری اے
سب نوں دولت کٹھی کرن دی نکلی ہوئی پھلبہری اے
اوتھے جان دا اجے کرایہ بھاڑا ساتھوں بنیا نئیں
عدلی راجے لائی ہوئی ایڈی دور کچہری اے
اپنے اندر دے انسان نوں دس خاں جو کجھ دسناں ای
دنیا نوں کیہہ دسنا ایں جیہڑی آپوں گونگی بہری اے
مِل جاوے تے دنیا مٹی ورگی، کوڑی ورگی اے
جے نہ ملے تے دنیا سونے نالوں ودھ سنہری اے
کسے نوں روندا دیکھ کے کاہنوں قدسیؔ روون لگ پیندا
خورے ایہدیاں اکھاں والا سارا رقبہ نہری اے

ایک ادیب کی بیوی نے اس سے کہا آپ بہت کتابیں لکھتے ہیں، آج میرے لئے بھی کچھ لکھیں پھر مانوں گی کہ واقعی آپ ادیب ہیں۔ دیب نے مندرجہ ذیل تحریر لکھی اور کمال کر دیا۔

میرا جادوئی گھر۔ مبشر شہزاد گلاسگو

میں، میری بیوی اور بچے ایک جادوئی گھر میں رہتے ہیں وہ اپنے کپڑے میلے کچیلے اتارتے ہیں، جو اگلے ہی دن صاف ستھرے ہوجاتے ہیں۔وہ اپنے جوتے سکول اور آفس سے آتے ہی اِدھر اُدھر اُتار دیتے ہیں، پھر اگلے دن صبح وہ پالش شدہ صاف جوتے پہن کر جاتے ہیں ہر روز رات کو کوڑے والی باسکٹ کچرے سے بھری ہوتی ہے اور اگلے دن صبح سویرے ہی وہ خالی ہوتی ہے میرے جادوئی گھر میں بچے کھیلتے ہوئے گند ڈالتے ہیں، لیکن اگلے ہی لمحے وہ صاف ستھرا ہوجاتا ہے۔۔اور ان کے کھیلوں کا سامان اپنے اپنے باکس میں ترتیب سے رکھ دیا جاتا ہے ہر روز میرے جادوئی گھر میں میرے بچوں اور میری پسند کے مختلف کھانے بنتے ہیں میرے جادوئی گھر میں ہر روز قریباً سو بار ماما، ماما کہا جاتا ہے ماما ناخن تراش کہاں ہے۔؟ ماما میرا ہوم ورک مکمل کروائیں ماما، بھیا مجھے مار رہا ہے ماما بابا جانی آ گئے ماما آج مجھے اسکول لنچ بکس لے کر نہیں جانا ماما آج بریانی بنائیں ماما آج مجھے چیونٹی نہیں مل رہی وہ ہر روز یہیں لائن بنا کر چلتی ہیں ماما مجھے سینڈوچ بنا کر دیں ماما مجھے واش روم جانا ہے ماما یہاں میری بک پڑی تھی اب نہیں ہیرات سونے سے پہلے آخری لفظ ماما اور صبح اٹھتے ہی پہلا لفظ ماما میرے جادوئی گھر میں سننے کو ملتا ہے۔

یقیناً کبھی بھی کوئی اس جادونما گھر کی طرف متوجہ نہیں ہوا ہوگا حالانکہ یہ جادونما گھر ہرکسی کے پاس ہے اور نہ ہی کبھی کسی نے اس گھر کے جادوگر کا شکریہ ادا کیا ہوگا ان جادوئی گھروں کا جادوگر کوئی اور نہیں بلکہ ہر بیوی اور ماں ہے۔جو اپنے اپنے گھروں میں ایسے جادو کرتی ہیں۔اللہ سلامت رکھے ہر بیوی اور ماں کو، جن کے صبر اور نہ ختم ہونے والے کاموں کی وجہ سے ہر گھر میں رونق ہے پتہ نہیں کہ اسے کس نے بھیجا، لیکن یہ میسج مجھے میری بیوی نے بھیجا ہے۔میں نے اسکے سامنے تو اعتراف نہیں کیا لیکن حقیقت یہی ہے کہ تحریر میں بیان کردہ حقائق درست ہیں۔

حکمت کے راز

مبشر شہزاد گلاسگو

اگر آپ 35 سال سے اوپر کے ہو چلے ہو تو میری یہ چند نصیحتیں یاد رکھنا۔1 سب سے پہلی بات..حتی المقدور کوشش کرنا کہ تیری یہ دو چیزیں تیرے قابو میں رہیں۔1 پہلی: آپکا فشار خون (بلڈ پریشر) دوسری: آپکے خون میں شکر کا تناسب 2۔دوسری بات ان 6 چیزوں کا استعمال کم سے کم کرنا..1 پہلی: نمک.2 دوسری: چینی.3 تیسری: گوشت یا دیگر محفوظ کردہ غذائیں.4 چوتھی: سرخ گوشت.5 پانچویں: دودھ اور اس کی بائی پروڈکٹس..6 چھٹی: نشاستہ دار غذائیں.7 ساتویں: کاربونیٹیڈ گیسوں والے مشروبات ۔ ۳۔ تیسری بات..اپنے کھانوں میں ان تین اشیاء کی کثرت کرنا1 پہلی: سبزیاں..2 دوسری: پھل..3 تیسری: خشک میوہ جات..4 چوتھی بات۔ان تین چیزوں کو بھلانے کی کوشش کرنا..1 پہلی: تیری عمر..2دوسری: تیرا ماضی..3 تیسری: اگر تیرے ساتھ کوئی ظلم یا زیادتی ہوئی ہو تو صبر کرنا۔۵۔ پانچویں بات..ان چار چیزوں کو، بھلے تیرا جتنا زور لگے،اپنے پاس رکھنا..1 پہلی: اپنے محبین اور دوستوں سے تعلق..2 دوسری: اپنے خاندان کا خیال..3 تیسری: مثبت سوچ..4 چوتھی: مشاغل کو اپنے گھر سے دور..6 چھٹی بات۔اپنی صحت کی حفاظت کیلئے ان پانچ کا اہتمام رکھنا..1 پہلا: روز..2 دوسرا: ہنسی مذاق اور مسکراہٹیں..3 تیسرا: مسلسل سفر و سیاحت..4 چوتھا: جسمانی ورزش..5 پانچواں: اپنا وزن کم کرنے کیلئے محنت کرنا..7 ساتویں بات۔ان چار باتوں کو کبھی نظر انداز نہ کرنا۔ا۔پہلی: پانی پینے کیلئے پیاس کا انتظار نہ کرنا..2 دوسری: نیند کیلئے جمائیوں کا انتظار نہ کرنا..3 تیسری: آرام کیلئے تھکاوٹ ہونے کا انتظار نہ کرنا۔۴ چوتھی: اپنے ریگولر میڈیکل ٹیسٹ کیلئے بیمار ہونے کا انتظار نہ کرنا۔۸۔آٹھویں اور سب سے ضروری بات..1 نمبر ایک: اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اپنا روحانی تعلق مضبوط بنا کر رکھنا، تلاوت کا اہتمام، تہجد کی کوشش اور دعاء ومناجات کی کثرت۔نمبر دو: ذات باری سے استغفار اور آقا جی بنا مصطفیٰ علیہ السلام پر درود وسلام کی کثرت۔اس سے صحت، فقر وفاقے اور مال میں خیر ہوگی۔اور دارین کی خوشیاں ملیں گی۔

***

عبدلکریم قدسی صاحب

سروں کے چراغ کے آئینے میں

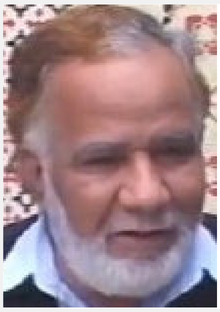

(اسحاق ساجد، جرمنی)

اردو اور پنجابی کی کامیاب نظموں اور غزلوں کی جب بات کی جاتی ہے تو عبدلکریم قدسی صاحب کا نام لیا جانا ضروری ہو جاتا ہے۔لفظوں کے خوبصورت استعمال۔شدت احساس اور سلیقۂ اظہار نے ان ان کی نظموں۔غزلوں کی فضا کو قابل قبول بنا دیا۔میرے سامنے ان کا مجموعہ کلام۔سروں کے چراغ ہے جو جاعق۔نظموں۔غزلوں اور قطعات پہ ہے۔

اس کا مطالعہ کرتے یہ احساس ہوتا ہے کہ قدسی صاحب نئی نسل کے شاعروں میں اس نقطۂ نظر سے ممتاز ہیں کہ ان کے یہاں الفاظ کے برتنے کا منفرد سلیقہ ہے۔الفاظ ان کے راز دار ہوتے ہیں اور کشف معانی کا ایک طویل سلسلہ ہوتا ہے قدسی صاحب عوام وخواص دونوں کے مقبول شاعر ہیں۔سروں کے چراغ۔ میں شامل نظمیں غزلیں زندگی کی ان سچائیوں کی ترجمان ہیں جو شاعر کے خیال وفن میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔

مجموعہ میں شامل تمام کلام زندگی کی ان سچائیوں کا ترجمان ہے جو شاعر کے خیال وفن میں نمایاں رول ادا کرتا ہے اور ان جذبوں سے زندگی توانائی حاصل کرتی ہے۔یہ جذبے انسانی اقدار کو زندہ رکھنے والے ہیں اور یہ اشعار ذات وکائنات کے رشتوں کو استوار کرتی ہیں۔قدسی صاحب کی زندگی بہت کرب والم میں گزری ہے جو آپ کے اشعار سے ثابت ہے۔آپ کا سارا کلام۔۔سروں کے چراغ۔۔ میں زندگی کی حقیقتوں پر مبنی ہے۔آپ نے تمام نظموں غزلوں اور قطعات کو الفاظ کی لڑی میں پروکر ایک خوبصورت مجموعہ تخلیق کیا ہے اور یہ کامیاب شاعر کا ہی کمال ہے کہ جن جذبات واحساسات کو وہ محسوس کرتا ہے اس کو اپنی نوک قلم سے الفاظ کا جامہ پہنا کر اس میں اثر پیدا کرتا ہے۔مجھے پورا یقین ہے آپ کے پہلے مجموعوں کی طرح یہ مجموعہ۔۔سروں کے چراغ۔۔۔کو بھی نمایاں مقام حاصل ہوگا۔۔انشااللہ۔

پہنچی وہیں پہ خاک !!ایک حقیقت

اعزاز لطیف خاں

صحارا کا ریگستان اتنا بڑا ہے کہ اس میں تقریباً 12 پاکستان سما جائیں۔ دنیا کا گرم ترین صحرا جہاں حدِ نگاہ تک ریت ہی ریت۔ یہاں راستہ بھٹکنے والے مشکل سے ہی مل پاتے ہیں۔ شمالی و وسطی افریقہ کے دس ممالک کے بیچ پھیلا یہ صحرا ہے ایک زمانے میں صحرا نہیں تھا بلکہ یہاں پانی ہی پانی تھا۔ جہاں مچھلیاں، سمندری سانپ، اور دیگر آبی حیات موجود تھی۔ مگر یہ بات ہے آج سے 5 سے 10 کروڑ سال پہلے کی جب یہاں نمکین سمندری پانی کی گزرگاہ تھی۔ اُس دور میں زمین پر سمندروں میں پانی کی سطح کافی بلند تھی۔ مگر سائنسدان اس بارے میں کیسے جانتے ہیں؟ ایسے کہ اُنہیں یہاں کئی سمندری جانداروں کے فوسلز ملے ہیں جو یہ گواہی دیتے ہیں کہ صحارا میں پہلے پانی ہی پانی تھا۔ مگر اب صحارا خشک ہے، یہاں ریت اُڑتی ہے اور دور دور تک سبزے کا نام و نشان تک نہیں۔ دنیا کا اتنا بڑا علاقہ جہاں سبزا ہی نہیں تو پھر اسکا کیا فائدہ؟ رُکیۓ بھی بتاتا ہوں۔ پہلے ذرا یہ جان لیں کہ دنیا کے سب سے بڑے اور گھنے جنگلات کہاں پر ہیں؟ تو اسکا جواب ہے ایمازون کے جنگلات جو شمالی امریکہ میں برازیل، کولمبو، پیرو اور لاطینی امریکہ کے دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان جنگلات میں مسلسل بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں انواع اقسام کے جانور اور پودے ہیں۔ مگر ان جنگلات میں ایک مسئلہ ہے جو انہیں ختم کر سکتا ہے۔ ان جنگلات کی مٹی دنیا زرخیز نہیں ہے!! یہاں اگر درختوں کو کاٹا جائے تو وہ دوبارہ مشکل سے ہی اُگیں۔ مگر ایسا کیوں کہ اتنے درخت اور پودے ہونے کے باوجود یہاں کی مٹی زرخیز نہیں؟ وہ اس لئے کہ یہاں پودے اور درخت مٹی میں سے کم و بیش تمام غذائیت جذب کر لیتے ہیں۔ یہاں موجود بیکٹر یا اور فنگس مردہ پودوں کو کھا جاتے ہیں۔ پیچھے بچ جانے والی غذائی معدنیات درختوں اور پودوں کی جڑیں جذب کر لیتی ہیں۔ اگر ان جنگلات کی مٹی کی اوپری تہہ کو جو چند سینٹی میٹر ہے، ہٹائیں تو نیچے محض ریت یا بنجر مٹی ملے گی۔ تو پھر یہ جنگلات زرخیز مٹی کہاں سے لاتے ہیں؟ اسکا جواب حیران کن ہے۔ دراصل یہ زرخیز مٹی ان جنگلات سے ہزاروں میل دور بحرِ اوقیانوس پار کر کے صحارا کے ریگستان سے آتی ہے۔ جی دنیا کے سب سے بڑے اور سرسبز ایمازون کے جنگلات کو دنیا کا سب سے خشک اور گرم صحرائے صحارا زرخیز مٹی مہیا کرتا ہے۔

مگر یہ مٹی کیسے پہنچتی ہے؟ صحارا میں بڑے بڑے آندھیوں کے طوفان آتے ہیں جن سے صحارا کی زرخیز ریت اور مٹی جس میں خاص کر پودوں کی افزائش کے لیۓ فاسفورس موجود ہوتی ہے بادلوں کی صورت ہوا میں اُٹھتی ہے۔ یہ ریتلے بادل ہزاروں میل دور ایمازون کے جنگلوں کو اپنی زرخیز مٹی بخشتے ہیں۔ ناسا جسکے بجٹ کا ایک خطیر حصہ زمین کی تحقیق پر خرچ ہوتا ہے، اسکے خلا میں موجود سٹلائیٹس زمین کا تفصیلی مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک CALIPSO سٹلائیٹ ہے جو 2006 میں خلا میں بھیجا گیا تا کہ یہ زمین کی فضا میں مٹی کے ذرات اور بادلوں کا۔ مشاہدہ کر سکے۔

اسسٹیلائیٹ کی 2007 سے 2013 کی تصاویر میں یہ واضح دیکھا جا سکتا ہے کہ ہر سال لاکھوں ٹن مٹی بادلوں کی صورت صحارا سے ایمازون کے جنگلوں میں پہنچتی ہے۔ حیرانگی کی بات یہ کہ اس میں موجود فاسفورس کی مقدار ہر سال تقریباً 22 ہزار ٹن ہوتی ہے جو تقریباً اُتنی ہی ہوتی جو ہر سال بارشوں اور سیلاب کیوجہ سے ایمازون کے جنگلات کھو دیتے ہیں۔ سائنسدان اب یہ جاننے کی کوشش میں ہیں کہ ہر سال مٹی کی یہ تعداد کتنی کم یا زیادہ ہوتی ہے اور موسمیاتی تبدیلیوں سے مٹی کی اس منتقلی کا عمل کس قدر متاثر ہو رہا ہے۔ صحارا کی مٹی اور ایمازون کے جنگل!! دو الگ دنیائیں ہیں مگر آپس میں جڑی ہوئیں۔

جو انگریز افسران ہندوستان میں ملازمت کرنے کے بعد واپس انگلینڈ جاتے تو ان کو وہاں پبلک پوسٹ کی ذمہ داری نہ دی جاتی۔

دلیل یہ تھی کہ تم ایک غلام قوم پر حکومت کر کے آئے ہو جس سے تمہارے اطوار اور رویے میں تبدیلی آ گی ہے یہاں اگر اس طرح کی کوئی ذمہ داری تمہیں دی جائے گی تو تم آزاد انگریز قوم کو بھی اسی طرح ڈیل کرو گے اس مختصر تعارف کے ساتھ درج ذیل واقعہ پڑھئے ایک انگریز خاتون جس کا شوہر برطانوی دور میں پاک و ہند میں سول سروس کا آفیسر تھا خاتون نے زندگی کے کئی سال ہندوستان کے مختلف علاقوں میں گزارا یواپسی پر اس نے اپنی یاداشتوں پر مبنی بہت ہی خوبصورت کتاب لکھی خاتون نے لکھا ہے کہ میرا شوہر جب ایک ضلع کا ڈپٹی کمشنر تھا اُس وقت میرا بیٹا تقریبا چار سال کا اور بیٹی ایک سال کی تھی ڈپٹی کمشنر کو ملنے والی کئی ایکڑ پر محیط رہائش گاہ میں ہم رہتے تھےڈی سی صاحب کے گھر اور خاندان کی خدمت گزاری پر کئی سو افراد معمور تھےروز پارٹیاں ہوتیں، شکار کے پروگرام بنتے ضلع کے بڑے بڑے زمین دار ہمیں اپنے ہاں مدعو کرنا باعث فخر جانتے اور جس کے ہاں ہم چلے جاتے وہ اسے اپنی عزت افزائی سمجھتا ہمارے ٹھاٹھ ایسے تھے کہ برطانیہ میں

ملکہ اور شاہی خاندان کو بھی مشکل سے ہی میسر تھیٹرین کے سفر کے دوران نوابی ٹھاٹھ سے آراستہ ایک عالیشان ڈبہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی فیملی کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ جب ہم ٹرین میں سوار ہوتے تو سفید لباس میں ملبوس ڈرائیور ہمارے سامنے دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا اور سفر کے آغاز کی اجازت طلب کرتا اجازت ملنے پر ہی ٹرین چلنا شروع ہوتی ایک بار ایسا ہوا کہ ہم سفر کے لیے ٹرین میں بیٹھے تو روایت کے مطابق ڈرائیور نے حاضر ہو کر اجازت طلب کی اس سے پہلے کہ میں بولتی میرا بیٹا بول اٹھا جس کا موڈ کسی وجہ سے خراب تھا اُس نے ڈرائیور سے کہا کہ ٹرین نہیں چلانی ڈرائیور نے حکم بجا لاتے ہوئے کہا کہ: جو حکم چھوٹے صاحب کچھ دیر بعد صورتحال یہ تھی کہ اسٹیشن ماسٹر سمیت پورا عملہ جمع ہو کر میرے چار سالہ بیٹے سے درخواست کر رہا تھا لیکن بیٹا ٹرین چلانے کی اجازت دینے کو تیار نہیں ہوا بالآخر بڑی مشکل سے میں نے کئی چاکلیٹس دینے کے وعدے پر بیٹے سے ٹرین چلوانے کی اجازت دلائی تو سفر کا آغاز ہوا چند ماہ بعد میں دوستوں اور رشتہ داروں سے ملنے واپس برطانیہ آئی ہم بذریعہ بحری جہاز لندن پہنچی ہماری منزل ویلز کی ایک کاونٹی تھی جس کے لیے ہم نے ٹرین کا سفر کرنا تھا بیٹی اور بیٹے کو اسٹیشن کے ایک بینچ پر بٹھا کر میں ٹکٹ لینے چلی گئی قطار طویل ہونے کی وجہ سے خاصی دیر ہو گئی جس پر بیٹے کا موڈ بہت خراب ہو گیا جب ہم ٹرین میں بیٹھے تو عالیشان کمپاونڈ کے بجائے فرسٹ کلاس کی سیٹیں دیکھ کر بیٹا ایک بار پھر ناراضگی کا اظہار کرنے لگا وقت پر ٹرین نے وسل دے کر سفر شروع کیا تو بیٹے نے باقاعدہ چیخنا شروع کر دیا وہ زور زور سے کہہ رہا تھا یہ کیسا الو کا پٹھہ ڈرائیور ہیمم سے اجازت لیے بغیر ہی اس نے ٹرین چلانا شروع کر دی۔ میں پاپا سے کہہ کر اسے جوتے لگواوں گا میرے لیے اُسے سمجھانا مشکل ہو گیا کہ یہ اُس کے باپ کا ضلع نہیں ایک آزاد ملک ہے یہاں ڈپٹی کمشنر جیسے تیسرے درجہ کے سرکاری ملازم تو کیا وزیر اعظم اور بادشاہ کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ اپنی انا کی تسکین کے لیے عوام کو خوار کر سکے آج یہ واضع ہے کہ: ہم نے انگریز کو ضرور نکالا ہے البتہ غلامی کو دیس سے نہیں نکال سکے یہاں آج بھی کئی 1- ڈپٹی کمشنرز 2- ایس پیز 3- وزرا مشیران 4- سیاست دان .5- جرنیل صرف اپنی انا کی تسکین کے لیے عوام کو گھنٹوں سڑکوں پر ذلیل و خوار کرتے ہیں اس غلامی سے نجات کی واحد صورت یہی ہے کہ ہر طرح کے تعصّبات اور عقیدتوں کو بالا طاق رکھ کر ہر پروٹوکول لینے والے کی مخالفت کرنی چاہیئے ورنہ صرف 14 اگست کو جھنڈے لگا کر اور موم بتیاں سلگا کر خود کو دھوکہ دے لیا کیجیئے کہ ہم آزاد ہیں. دنیا کا واحد گناہ جہالت ہے۔

ایک چھوٹا لڑکا بھاگتا ہوا شیوانا (قبل از اسلام کے ایران کا ایک مفکّر) کے پاس آیا اور کہنے لگا.. میری ماں نے فیصلہ کیا ہے کہ معبد کے کاہن کے کہنے پر عظیم بُت کے قدموں پر میری چھوٹی معصوم سی بہن کو قربان کر دے.. آپ مہربانی کر کے اُس کی جان بچا دیں۔ شیوانا لڑکے کے ساتھ فوراً معبد میں پہنچا اور کیا دیکھتا ہے کہ عورت نے بچی کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ لیے ہیں اور چھری ہاتھ میں پکڑے آنکھ بند کئے کچھ پڑھ رہی ہے.. بہت سے لوگ اُس عورت کے گرد جمع تھے اور بُت خانے کا کاہن بڑے فخر سے بُت کے قریب ایک بڑے پتّھر پر بیٹھا یہ سب دیکھ رہا تھا.. شیوانا جب عورت کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ اُسے اپنی بیٹی سے بے پناہ محبّت ہے اور وہ بار بار اُس کو گلے لگا کر والہانہ چوم رہی ہے مگر اِس کے باوجود معبد کدے کے بُت کی خوشنودی کے لئے اُس کی قربانی بھی دینا چاہتی ہے..

شیوانا نے اُس سے پوچھا کہ وہ کیوں اپنی بیٹی کو قربان کرنا چاہ رہی ہے.. عورت نے جواب دیا.. کاہن نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں معبد کے بُت کی خوشنودی کے لئے اپنی عزیز ترین ہستی کو قربان کر دوں تاکہ میری زندگی کی مشکلات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ شیوانا نے مسکرا کر کہا.. مگر یہ بچّی تمہاری عزیز ترین ہستی تھوڑی ہے..؟ اِسے تو تم نے ہلاک کرنے کا ارداہ کیا ہے.... تمہیں جو ہستی سب سے زیادہ عزیز ہے وہ تو پتّھر پر بیٹھا یہ کاہن ہے کہ جس کے کہنے پر تم ایک پھول سی معصوم بچّی کی جان لینے پر تُل گئی ہو.. یہ بُت احمق نہیں ہے.. وہ تمہاری عزیز ترین ہستی کی قربانی چاہتا ہے۔ تم نے اگر کاہن کی بجائے غلطی سے اپنی بیٹی قربان کر دی تو یہ نہ ہو کہ بُت تم سے مزید خفا ہو جائے اور تمہاری زندگی کو جہنّم بنا دے عورت نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بچّی کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے اور چھری ہاتھ میں لے کر کاہن کی طرف دوڑی مگر وہ پہلے ہی وہاں سے رفو چکر ہو چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس دن کے بعد سے وہ کاہن اُس علاقے میں پھر کبھی نظر نہ آیا.. دنیا میں صرف آگاہی کو فضیلت حاصل ہے اور واحد گناہ جہالت ہے۔ جس دن ہم اپنے کاہنوں کو پہچان گئے ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

جستہ جستہ

عطاء القادر طاہر

قانون کا احترام:

کارلا فے ٹکر Carla Fe Tukker ایک طوائف کے یہاں پیدا ہوئی۔ اس کی ولدیت کے خانے میں اس کی ماں ہی کا نام لکھا گیا۔ گندے ماحول اور عدم توجہ کے باعث 8 برس کی عمر میں اس نے سگریٹ نوشی شروع کر دی اور بمشکل دس برس کی عمر میں اس نے چرس پینا بھی شروع کر دی۔

پھر 1983ء کی وہ رات آ گئی جب اس نے اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ مل کر ایک جوڑے سے موٹر سائیکل چھیننے کی کوشش میں جوڑے کو ہلاک کر کے یہ دونوں فرار ہو گئے لیکن چند ہی ہفتوں میں پولیس نے انھیں گرفتار کر لیا۔ مقدمہ چلا اور ٹیکساس کی عدالت نے دونوں کو سزائے موت سنا دی، جس کے بعد اپیلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسی دوران اس کا بوائے فرینڈ بیمار ہو کر جیل میں انتقال کر گیا جس کے بعد وہ تنہا رہ گئی۔ جیل حکام کو اس حادثے کا کوئی علم نہیں جس نے اس کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا۔ وہ لڑکی جو بات بات پر جیل انتظامیہ کو ننگی گالیاں دیا کرتی تھی وہ اچانک اپنا زیادہ تر وقت بائبل کے مطالعہ میں گزارنے لگی، وہ نشئی عورت جو ہر وقت سگریٹ اور شراب کا مطالبہ کرتی رہتی تھی، اب زیادہ تر روزے سے رہنے لگی اور اب خدا اور مسیح کے سوا کسی چیز کا نام نہیں لیتی تھی۔ وہ ایک طوائف زادی اور قاتلہ کی جگہ مبلغہ بن گئی، ایک ایسی مبلغہ جس کے ایک ایک لفظ میں تاثیر تھی، پھر اس نے جیل ہی میں شادی کر لی اور تبلیغ کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا۔ اس کی بدلی ہوئی شخصیت کی مہک جب جیل سے باہر پہنچی تو اخبارات کے رپورٹر جیل پر ٹوٹ پڑے اور امریکہ کی معاشرتی زندگی میں بھونچال آ گیا، یہاں تک کہ پوپ جان پال نے بھی زندگی میں پہلی بار عدالت میں کسی قاتلہ کی سزا معاف کرنے کی درخواست کر دی۔

سزائے موت سے پندرہ روز قبل جب لیری کنگ جیل میں ٹکر کا انٹرویو کرنے گیا تو دنیا نے سی این این پر ایک مطمئن اور مسرور چہرہ دیکھا جو پورے اطمینان سے ہر سوال کا جواب دے رہا تھا۔ لیری نے پوچھا تمھیں موت کا خوف محسوس نہیں ہوتا۔ ٹکر نے مسکرا کر جواب دیا نہیں! اب مجھے صرف اور صرف موت کا انتظار ہے، میں جلد اپنے رب سے ملنا چاہتی ہوں، اپنی کھلی آنکھوں سے اس ہستی کا دیدار کرنا چاہتی ہوں جس نے میری ساری شخصیت ہی بدل دی۔ انٹرویو نشر ہونے کے دوسرے روز پورے امریکہ نے کہا: نہیں یہ وہ ٹکر نہیں ہے جس نے دو معصوم شہریوں کو قتل کیا تھا، یہ تو ایک فرشتہ ہے جو صدیوں بعد پیدا ہوتا ہے اور فرشتوں کو سزائے موت دینا انصاف نہیں ظلم ہے۔ رحم کی اپیل ٹیکساس بورڈ آف پارڈن اینڈ پیرول کے سامنے پیش ہوئی۔ 18 رکنی بورڈ نے کیس سننے کی تاریخ دی تو 2 ممبروں نے چھٹی کی درخواست دے دی جبکہ باقی 16 ممبران نے سزا معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ بورڈ کا فیصلہ سن کر عوام سڑکوں پر آ گئے اور ٹکر کی درخواست لیکر ٹیکساس کے گورنر ''جارج بش'' کے پاس پہنچ گئے۔ امریکہ کے معزز ترین پادری جیسی جیکسن نے بھی ٹکر کی حمایت کر دی۔ گورنر نے درخواست سنی، جیسی جیکسن اور ہجوم سے اظہار ہمدردی کیا، لیکن آخر میں یہ کہہ کر معذرت کر لی: مجھے قانون پر عملدرآمد کرانے کے لئے گورنر بنایا گیا ہے، مجرموں کو معاف کرنے کے لئے نہیں، اگر یہ جرم فرشتے سے بھی سرزد ہوتا تو میں اسے بھی معاف نہ کرتا۔''

موت سے 2 روز قبل جب ٹکر کی رحم کی اپیل سپریم کورٹ پہنچی تو چیف جسٹس نے یہ فقرے لکھ کر درخواست واپس کر دی: "اگر آج پوری دنیا کہے کہ یہ عورت کارلا فے ٹکر نہیں، ایک مقدس ہستی ہے تو بھی امریکن قانون میں اس کے لئے کوئی ریلیف نہیں ہے کیونکہ جس عورت نے قتل کرتے ہوئے دو بیگناہ شہریوں کو کوئی رعایت نہیں دی اسے دنیا کا کوئی منصف رعایت نہیں دے سکتا، ہم خدا سے پہلے ان دو لاشوں کے سامنے جوابدہ ہیں، جنہیں اس عورت نے ناحق مار دیا'3 فروری 1998ء کی صبح پونے چھ بجے ٹیکساس کی ایک جیل میں 38 سالہ ''کارلا فے ٹکر'' کو زہریلا انجیکشن لگا کر سزائے موت دے دی گئی۔ 4 فروری کو جب سی این این سے کارلا فے ٹکر کی موت کی خبر نشر ہو رہی تھی تو میں نے اپنے ضمیر سے پوچھا کہ وہ کیا معجزہ ہے جو امریکہ جیسے سڑے ہوئے بیمار معاشرے کو زندہ رکھے ہوئے ہے تو حافظے میں حضور سرورکونین کا وہ قول گونج اُٹھا اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا اور حضرت علیؓ کا بھی قول زریں چمکنے لگا: ''معاشرے کفر کے ساتھ تو زندہ رہ سکتے ہیں لیکن ناانصافی کے ساتھ نہیں'' جو عدالتیں عوامی احتجاج یا حکمرانوں سے متاثر ہو کر اپنے فیصلے بدل دیں، جو ادارے مجرموں کے لئے قانون ہی بدل دیں۔۔ تو وہ عدالتیں اور ادارے نہیں۔ بادبانی کشتیاں ہوتی ہیں جن کی منزلوں کا تعین ملاح نہیں ہوائیں کرتی ہیں۔

AQF
TRANSLATIONS
ENGLISH - URDU
ATA TAHIR
DPSI ENGLISH LAW
IOLET DIPLOMA IN PUBLIC SERVICE
Interpreting Urdu-English Law
07818210181
atatahir@hotmail.com

HEATING LTD.
24/7
EMERGENCY SERVICE
Domestic & Commercial
Contact: 07722 222 965
www.247breakdownsolution.co.uk

QINDEEL-E-SHER-O-SUKHAN LONDON'S GLOBAL MUSHAAIRA
زیر اہتمام قندیلِ شعر و سخن لندن
عالمی مشاعرہ
بذریعہ زوم
VIA
ZOOM
صدارت
ڈاکٹر ثمینہ گل صاحبہ
مہمان خصوصی
کلثوم زیب صاحبہ
مہمان خصوصی
انیتا سری واستو تمنا جی
مہمان اعزاز
ڈاکٹر سریتا جین صاحبہ
ہفتہ 13 اگست 2022
اڑھائی بجے بعد دوپہر (برٹش ٹائم)
پاکستان: 6.30pm ۔ بھارت: 7pm
ٹورنٹو: 9.30am
ویسٹرن یورپین ٹائم 3.30pm
مہمان اعزاز
تبسم اعظمی صاحبہ
مہمان اعزاز
ارادھنا پرساد صاحبہ
مہمان محتشم
شازیہ عالم شازی صاحبہ
CONVENER
ڈاکٹر منور احمد کنڈے
مہمان محتشم
تارا اقبال صاحبہ
مہمان محتشم
شائق نصیرپوری صاحب
مہمان محتشم
اختر چیمہ صاحب
حمد و نعت
مبشر شہزاد صاحب
مہمان محتشم
نجمہ محبوب نجمہ صاحبہ
پروفیسر عبدالقدیر کوکب صاحب
عاصی صحرائی (مہتمم اعلا)
نظامت
00447886304637
عبدالباسط انور صاحب

H@T
IT SERVICES
Hardware • Application • Technology
HAT IT Services is becoming an IT Solution provider in innovative Hardware and Software Solutions that enable businesses to transform into digital enterprises for the ultimate competitive advantage.
• Laptop Repairs
• Computer Repairs
• Virus / Malware Removal
• Data Recovery
• System Optimization
• Home / Office Networking
• Server Installation
• Infrastructure & Networking
• Web & Application Development
• Sales & Purchase
• CCTV Installation & Maintenance
T: 0203 524 7530
www.hatservices.com
106 High Street, Colliers Wood SW19 2BT

Concept
2Print
DIGITAL
LITHO
A Complete Design & Print Service
CONCEPT • DESIGN • PRINT • FINISH
• Business Cards • Letterheads • Compliment Slips
• Folders • NCR Pads • Brochures
• Booklets • Calendars • Posters
• Books • Flyers • Pull up Banners
• Wedding Cards • Greeting Cards • Invitation Cards
t:0203 603 7582 e:info@concept2print.co
e:info@concept2print.co.uk
106 High Street-Colliers Wood-London-SW19 2BT
WWW.concept2print.co.uk

SARMAD GLOBAL

CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

SARMAD KHAN ACA, FCCA

OFFICE 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
CELL +44 (0) 7903 416966

SAAMS FUNCTION HALL

Catering & Event Management

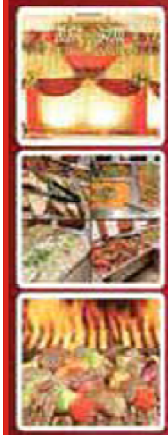

Services Available

- Catering Service
- Special Events
- Corporate Event
- Linen
- Crockery
- Cutlery
- Fresh Flowers
- Drinks
- Stages Decore
- Barbecue Hire

Enquire for a Booking

We Take reservations Everyday

Catering to your requirments
Cell:07883 815195

Under New Management
Newly Refurbished function Hall

SHAHMASKEEN & Co.UK.Ltd

LETTING

SALE

& ALL TYPE OF

BUILDING WORKS

Contact:

S M Shah

+447888683496

Z A Hashmi

+447705982260

shahmaskeen01@gmail.com

SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952

22K GOLD & DIAMOND JEWELLERY
GIA / HRD CERTIFIED DIAMONDS

HUGE SALE

ENJOY UPTO

50% OFF

ON MAKING CHARGES
& NO MAKING ON SELECTED COLLECTIONS*

28 LONDON ROAD, MORDEN SM4 5BQ
+44 20 8075 5777
+44 7888 300 399

*Applicable taxes, terms & conditions apply. Please visit our store for details.

FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE
24 Hours Emergency Numbers

مفت قانونی مشاورت
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

07878 33 5000 / 07774222062

RASHID & RASHID LAW FIRM
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

راشد اینڈ راشد لاء فرم
211، دابراڈو، ساؤتھ ہال، UB1 1NB نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

SOW THE SEEDS OF LOVE

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے
تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس
اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم/سیاسی پناہ اور امیگریشن
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- ویزا میں تبدیلی
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- یورپین قانون
- اوورسٹیئرز
- جوڈیشل ریویو
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ٹرائبیونل اپیل
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ورک پرمٹ
- سٹوڈنٹس اپیل

RASHID & RASHID
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)